

# النشيد

اشاعت: خصوصي مولانا محمد ضياء القاسمي، فیسر

جنوری 2001ء

درجہ مسئول: عبدالرشید

# الرشید

پندرہواں نمبر

جلد: ۲۸

جنوری ۲۰۰۱ء

شوال ۱۴۲۱ھ

شمارہ: ۵

جلد: ۲۸

## فہرست

- ۱۔ پنجاب کی سرحدیں کے دورانیہ قریبے کہانی سید عطاء اللہ خان
- ۲۔ واردات و مشاہدات عبدالرشید ارشد
- ۳۔ شبہات و خطابت مولانا سائل شاہ آبادی
- ۴۔ عقیم موجد عطاء اللہ خان
- ۵۔ کیمبرج کا ایک جلسہ اور مولانا عطاء الحسن بخاری کی بحال جرات عبدالرشید ارشد

حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

مدیر مسئول

عبدالرشید ارشد

مدیر ایوان

محمد عاصم عظیم راشد فاروقی چودھری

نائب مدیر ایوان

مولانا سید صفوری احمد مولانا عطاء اللہ اقبال دکنی، مولانا محمد افضل باغری، چودھری اکرم رانی، مولانا محمد رفیع، مولانا حسن داس، مولانا عید الرحمن، مولانا صاحب الرحمن، مولانا علی محمد کاکا

سرگوشی: مولانا محمد

مدیر ایوان: مولانا محمد

گشت: مولانا محمد

بشر: مولانا محمد

تمام اشیاء: مولانا محمد

پرکار: مولانا محمد

فی: مولانا محمد  
معاون: مولانا محمد  
نائب: مولانا محمد



اہانت ہوئی (ج۔ بیعت کی شرعی ضرورت و اہمیت پر چاروں کتاب فہمی جاسکتی ہے اعلیٰ کچھ اشارہ کر دیا ہے اور اہم نے میں نے مسلمان میں "تذکرہ اشراف" کا خلاصہ کیا ہے اس کے ۱۹۰ ص ہے۔

بیعت کا فضلی معنی درست و درست یک دیگر نہادوں و عہد معنی۔ کسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عہد کرنا اور اصطلاحاً مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان کسی اچھے پر بیڑ کا حقیقی عالم باعمل اور باصلاحیت شخص کے ہاتھ پر توبہ کرنے کو میں آئندہ سے نیک کام کروں گا اور اکتاہوں سے اجتناب کروں گا اور یہ انسانی فطرت ہے کہ اگر اس طرح کا عزم و واکیا کرے تو اس میں وہ اشتغال و اشتقامت پیدا نہیں ہوتی جو باطن کی عبادت کو چھوڑنے اور اشتغال میں ابھی عادت پیدا کرنے میں کام دے سکے طریقی احمد نظامی نے "تاریخ مشائخ چشت" میں "مقدمہ بیعت" کے عنوان سے ایک عنوان قائم کیا ہے اس میں ایک جگہ چند سطروں میں بیعت کا فلسفہ بیان فرماتے ہیں:-

حقیقت یہ ہے کہ بیعت میں ایک تعلیمی صفت پائیہ ہے۔ جب انسان اپنے باطن کا تجدیدی کار ہے جائز اوقات پر بہت سی باتیں اس کا اخلاق و مذہب کے خلاف نگرانی ہیں اس کا ضمیر دامت کہے نکلتا ہے وہ دل ہی دل میں اپنی مصیبتوں سے توبہ کرتا ہے لیکن اسے ایمان نہیں ہوتا اس سے قلب میرا یک ہے گڑھی کی عوجاتی ہے، باطن کا تصور اس کے لئے سو بہن و درجہ میں چاہے اس کی توبہ اس تصور پر قاب نہیں آتی۔ اب وہ ایک پاک باطن ایک نفس انسان کے ہاتھ پر رکھ دینی اور توفیق کا عہد کرنا ہے شیخ عظیم دہلوی ہے کہ اب باطن زار است (۱) حدیث یونانی (علی علیہ السلام) ہے اللہ انب صر السطوب کسین لا ینب لہ۔ توبہ کرنے والی کی مثال اس شخص کی ہے جس سے کبھی انکسیر نہ آئے ہیں وہ اپنے ذکر و توبہ اس کے دل کے رگوں پر ایک چھانسا لگ جاتا ہے وہ اپنے مستقبل کوئی امیدوں بھرم نہیں اور پورا اس کے ساتھ سونے کی کوفٹش کرتا ہے۔ (ج۔ تاریخ مشائخ چشت صف ۳۳)

حضرت مولانا نے حضرت مشکوٰۃ گو بیعت کیلئے لکھا تھا اور حضرت مشکوٰۃ نے مولانا کو بذریعہ خط بیعت کر لیا۔ ہاں میں اکثریت دم و روح کے پابند لوگوں کی فہمی ایک دن قصبہ والوں نے مولود کر لیا اور اس میں روحانی کے مطابق قیام کیا۔ حضرت مولانا بیٹھے رہے اور دل میں کہا کہ اچھے بڑے نیک سلسلہ شیخ کا مرید ہوں وہ اہل کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اچھے مکی اب کسی کا خوف نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ مولوی توبہ بانی ہے اسکو لکھا لیکن آپ کے پاس دوا کے سادات کے پڑھتے تھے ان کے والد نے کہا کہ آپ میرے بچوں کو پڑھاتے ہیں چھاتے رہیں ان میں سے ایک کا مہر ہے فراموش تھا جو میرا دارالعلوم دہلی میں چھٹک بڑے عالم بن کر دس سالہ شیخ محمد مراد آبادی صدر مدرس رہے اور حضرت مولانا سید حسین احمد دہلی کے بعد دارالعلوم دہلی میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے اور بہت سال بعد آپ کا انتقال ہوا ۱۳۵۷ھ سے ۱۳۸۲ھ اور ۱۹۶۳ء تک دارالعلوم میں آپ سے ۱۱۶۱ طلبہ نے بخاری شریف پڑھی (۱) دفعہ تک یہ تعداد جزا میں بڑا ہے کیا کم ہوگی (۲) بہت اونچے درجے کے محدث تھے۔ حضرت مولانا فضل احمد اپنے گاؤں داسے چڑگوں میں سے سات میل پیدل چل کر گور آتے اور شام کو وہاں پیدل داسے چڑھ جاتے۔ یہاں گور میں

قرآن میں آج بھی کہیں کا ذکر نہیں ہوا حضرت شاہ مہد القادریؒ کی مولیٰ حضرت مولانا سید علی میاں (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) کے بھی ہے اس میں دسے چودہ گز ہیں آچکا ذکر نہیں ہے جبکہ میں اس کا معنی شاہد ہوں اور یہ بھی ظم ہے کہ حضرت دسے پوری جب بھی جناب تخریف دسے تو اکثر دسے چار تخریف دسے لیکن اس کی روایت حضرت حافظ محمد صالح کے ہاتھیں حضرت مولانا محمد اعجاز دسے پوری (م ۱۹۸۵ء) کرتے لیکن وہ چھپنے چھپانے کی باتوں سے لگے۔ جتھے میں نے بھیجے سے لکھنا دوات آپ کی بیویوں سرچہ زیارت کی لیکن ان کے منہ سے اپنی اور اپنے والد حضرت حافظ محمد صالح کی تخریف تو کیا نہ کر بھی دو چار دوات ایسے خاک مہر اباب ہندسی۔ کچھ معنوں میں صوفی اور حال مست تھے۔ حافظہ بہت عمدہ تھا ایک پوری تاریخی تھے۔ آپ مدد سر مرید دسے پوری میں صدر مدرس تھے اور حضرت مولانا فضل احمدؒ کے ساتھ رشتہ تھا کاش ان حضرات سے ان کے بھیجے سے لکھنا رجعت حالات پا دیکھے جاتے تو ایک کلمہ دستاویز کی کتاب چار ہو جاتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مفتی جناب حضرت مولانا فقیر اللہؒ (م ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۸۲ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۶۳ء) حضرت شیخ المہذب کے شاگرد خاص اور تحریک دینی رومیل کے گمنام محرک فرد تھے۔ اس تحریک کے سرگرم قائدین حضرت خواجہ غلام محمد دینی پوری (م ۱۹۳۶ء) اور حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ (م ۱۹۶۲ء) اس تحریک میں خلیفہ جالندھر کے دو مقبول علی الترتیب نور گل اور راہوں میں نگر بندہ رہے یہ دونوں قصبہ دسے پور سے آٹھ دس میل تھے لہذا سارے حضرات دکانا فوکانا حضرات کو ملے نور گل اور راہوں جاپا کرتے تھے حضرت مولانا فضل احمدؒ کے دو بیٹے مولانا حافظ رشید احمدؒ مولانا حافظ قبول احمدؒ دسے پوری میں جوانی میں فوت ہو گئے اس پر انہوں نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا اور راضی رہے خانے الٹی رہے۔ حضرت مولانا محمد اعجازؒ کے کوئی اولاد نہ دندہ نہ درہی ایک بیٹی بھیجے میں فوت ہوئی تو راقم اپنی عمر کے دسویں گیا ہوں سال دسے پور پہلی دندہ گیا حضرت کی بیٹی کی تدفین میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہؒ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ اور بیٹے بیٹیاں سارے کے سارے عالم حافظہ اور بہت عمدہ رہے۔ بڑے بیٹے حضرت مولانا حافظ محمد اللہؒ (م ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۸۵ء) (جون ۱۹۸۵ء) کو بچے روہتے کے عالم اور شیخ اللہ ریٹ تھے حضرت مولانا خیر محمد صاحب کو ان پر ناز تھا قیام پاکستان سے قبل مدد سر مرئی خیر اللہ دارین جالندھر میں ۱۱۰۰ حدیث چھ جلدوں کے ان دنوں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور جاتے تھے ہاں ان کے ساتھ حضرت مولانا فضل محمد کوئی بھی شریک تھے اور ان پر بھی حضرت مولانا کوثر تھا یہ مولانا کوثر خطیب کوٹ بادل خاں کے فرزند دندہ تھے اور ان کے بھائی صاحب خانہ تار دسے گاؤں جرنی پور کے تھے۔ مولانا کوثر محمد مرحوم قیام پاکستان کے بعد کسوالی کے قریب ایک گاؤں میں آباد ہوئے۔ مولانا دنیا۔ ارضین فاروقی شہید پاپ صاحب کے مشہور قاتل کے ایک عزیز حافظ جاہلیت اللہ سلیم جرنی پور اور احقر نے ایک سال ابتدا میں اس کچھ میں قرآن پاک سنا۔ مولانا فضل محمد قیام پاکستان سے قبل اپنی خلیفہ تصور میں خطیب تھے۔ بعد ازاں تصور کوٹ مراد خاں رہے اور کچھ عرصہ جتان کالونی کی جامع مسجد میں بھی خطیب رہے۔

مولانا صاحب اللہ نے کوئی کیا اور قیام پاکستان سے قبل ہوشیار پور کا ضلع اور چیونٹ کے ہائی سکولوں میں فارسی عربی اور اردو کے

استاد رہے، ہوشیار چرمیں ڈاکٹر غلام بیلا فی برقی (م ۱۹۸۵ء) بھی چڑھاتے تھے برقی صاحب نے ان دنوں مولانا سے عربی کے ابتدائی اسباق پڑھے اور چھوٹے میں علامہ طائوت مہدارشید نسیم (م ۱۹۶۳ء) بھی ان دنوں چڑھاتے تھے علامہ اقبال اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے درمیان متحدہ قومیت کی بحث میں علامہ طائوت نے جالٹی کا کردار کیا تھا مولانا حبیب اللہ (م ۱۹۸۱ء) ان کے معاون تھے۔ مولانا حبیب اللہ مرحوم کے پاس اس ساری لحاظ و کتابت کی نقل تھی جو قیام پاکستان پر شائع ہوئی۔ مشہور اہل قلم اور بی بی بی لندن میں برسوں کام کرنا والے حفیظ قاسمی ان دنوں کے شاگرد اور ان کے اخصاص و رفیقیت کے سرفراز تھے۔ مولانا حبیب اللہ جب فاضلہ کا میں چڑھاتے تھے تو فاضلہ کے ایک نیک نام چڑھاتی فیروز دین ان کے دوست اور معتقد تھے قیام پاکستان کے بعد وہ ٹھکری میں آباد ہوئے اور غلط معاشی میں ایک وسیع دھریض جامع مسجد تعمیر ہوئی جس میں اکثر زرقمیر حاتی فیروز دین نے میا کیا اور مولانا حبیب اللہ اس کے پہلے خطیب مقرر ہوئے پھر (تقریباً) ان دنوں نے قتل کر دیا بعد شہید یہی غلط معاشی کے باہر فٹان لا اور روڈ پر بنیاد رکھی مفتی فقیر اللہ اپنے اہل و عیال سمیت (ماسوائے مولانا حبیب اللہ) گناہا پہلے کوئی اپنے شاگرد حضرت مولانا عرض گوہر کے پاس منتقلی اعظم بروری روڈ کو گئے (وہ حضرت مفتی فقیر اللہ زمر میں رہے ہیں وہ وہاں کے تھے جس نے مولانا حبیب اللہ صاحب سے ان کا کوٹہ خرچ کیا تو حاجت ظاہر ہے کسی کے ساتھ ہی کے ہوں کے ہوں کو تحصیل نہ ہوگی (ارشاد) اور پھر قاسم اعظم فقیر والی ختم ہو گئے قاسم اعظم کے بانی حضرت مولانا افضل گوہر (م ۱۹۸۱ء) اسی چہرے کے پرانے طالب علم تھے۔ مفتی صاحب حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب اور خیر نے بیٹے مولانا قاری لطف اللہ (م ۱۹۵۹ء) نے یہاں چڑھانا شروع کر دیا لیکن جب مولانا حبیب اللہ نے ٹھکری میں جامعہ رشید پکا اجرا کر دیا تو ان کی درخواست پر محمد خاندان ٹھکری آگیا اور ان میں اس جامعہ کی شہرت کو چار چاند (حقیقی معنوں میں کہ مفتی فقیر اللہ جیسے فقیہ و مفتی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ایسے شیخ الحدیث۔ مولانا قاری لطف اللہ جیسے خطیب و قاری اور مولانا حبیب اللہ جیسے مثال متعلم اس میں موجود تھے) لگ گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جامعہ رشید پے نے اپنے ابتدائی دور ہی میں اتنی ترقی اور شہرت حاصل کی کہ جس کی مثال کم ہی ملتی ہے مولانا حبیب اللہ اہل عرب کے متعلم، حضرت مولانا عبداللہ صاحب اونچے درجے کے محدث، مصنف اور متکلم مولانا قاری لطف اللہ صاحب بہت اچھے خطیب اور مقرر، کم میں نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بعد ان سے زیادہ موثر خطیب اور اپنے ایک خاص نم میں قرآن پاک چڑھنے والا نہیں دیکھا۔ تینوں بھائی اپنے اپنے شعبے میں جتنا تھے اور تینوں ہی قرآن پاک اپنے ہی لکچرار ایک کالج پانچا اور تدریسی تھا) میں قرآن پاک چڑھنے میں منفرد تھے اور لطف یہ کہ تینوں بھائیوں میں بے مثال محبت اور اہمیت تھی اور تینوں پنجاب کے اکل طاقوں میں تبلیغ و تکبیر کے لیے جاتے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ کا انداز زیادہ تذکیری اور اللہ بن الصبیح کی مثال ہوتا۔ مولانا قاری لطف اللہ صاحب اپنے انداز کے بہت اونچے خطیب اور مولانا حبیب اللہ صاحب سیاسی مذہبی اور اصلاحی ہر موضوع پر فی البدیہہ بولتے اور ہر سامنے آنے والی چیز کو دیکھ کر اس سے اپنی تقریر کا عنوان لیکر آغاز کر دیتے تھے ایک چیز جو تینوں بھائیوں میں مشترک تھی وہ اعتدال و توازن اور خیریت سے پرہیز تھا۔ تینوں کے گھر میں سادگی، کھانے میں سادگی اور پہننے میں سادگی تھی۔ سبھی

جہنگی کہ وہ سب لوگوں میں مقبول تھے۔ تحریک فتح نہایت ۱۹۵۳ء دہلی چلی تو تینوں بھائی اور محدث دہلی علامہ غلام رسول دکن صاحب  
مولانا مقبول احمد گرفتار ہو گئے۔ مسجد کے علاوہ چارے جامو کی زمین حکومت نے ضبط کر لی۔ حکام کا کر کے مولانا صاحب اللہ نے  
آتشیں نہ جایا تھا اور بجلی نے آگ لگا کر جلا دیا۔ منیر انگریزی ریورٹ میں بطور خاص جامود رشید پر مغلّی کا ذکر ہے۔ حضرت مولانا  
عبداللہ حضرت مولانا عبداللہ اور اسے چارے کے مرے خاص مولانا صاحب اللہ حضرت مولانا سید حسین احمد دہلی سے ملاقات اور مولانا  
قاری الخلف اللہ صاحب علامہ شبیر احمد عثمانی کے خصوصی شاگرد تھے۔

جامود رشید یہ کے سالانہ اجلاس ایسے ہی شہرت رکھتے تھے جیسے کسی زمانے میں انجمن حمایت اسلام کے اور یہ طرز عالم جامود  
رشید یہ مولانا صاحب اللہ صاحب نے جو اپنے آپ کو ہمیشہ فاضل رشیدی سمجھتے اپنے استاد حضرت مولانا فخر محمد صاحب سے سیکھا  
۔ فخر اللہ اسی جامود حرم میں مشاہدی بر صغیر کا اپنے دور کا کوئی بڑا عالم ہو جو سالانہ جلسہ میں تشریف لانا لایا ہو اور پھر مکتب فخر اللہ اسی  
میں پاکستان کا ایسے ہی جامود رشید یہ پاکستان کے قیام ہوتی کے علاوہ مشائخ اور مقرر تشریف لاتے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب (م)  
۱۹۸۳ء) ہتھم دارا معلوم روح بندہ صحت کی حالت میں جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو فخر اللہ اسی جامود رشید یہ ضرور قدم درجہ  
فرماتے۔ جامود اشرفی تو آتے جاتے دونوں دفعہ قیام فرماتے بلکہ ایک دفعہ بذریعہ فرین اعجاز سے تشریف لائے تو لاہور انجمن سے  
نگینے میں چند کثیر اوراق تشریف جامود اشرفی لے آئے یہاں چلوں میں مولود حضرات کے ساتھ قدیمی معلق تھا ان کے گاؤں  
سراہاں مولود ضلع فیروز پور میں بھی کسی قریبی انجمن یا خانہ پر لا کر بچل تشریف لے آئے۔ یہاں علامہ مرحوم (م ۱۹۶۵ء) نے  
جب دہلی آنکھوں عرض کیا (ایسا ہی مولانا عبید اللہ ہتھم جامود اشرفی نے) اعلان ہوتی تو فرمایا کبھی کبھی ایسا بھی ہونا چاہیے کہ  
بغیر اطلاع از خود ہی آجائے اپنا گھر ہے ہاں صحت کی حالت میں یہاں چلوں بھی تشریف لاتے جبکہ ایک دفعہ یہاں شبیر احمد مولود  
مرحوم کے چک جرائی نزدیکیاں چلوں بھی قدم درجہ فرمایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آج کے مشاہدات میں بطور خاص رشید یہ دے پور اور پھر جامود رشید یہ کا اس لئے ذکر کیا کہ اس سلسلے کی جڑ یا دواشبیر انجمن  
میں آتی تھیں گھٹ گیا۔ دوسری اس کی جہد اسے چر گوڑاں اور جامود رشید یہ کا حضرات اکابر کے ساتھ جو رہا ضبط تھا وہ ہتھم بند کر دینا  
وامید پیدا ہو گیا۔ ہمارے علاقے ضلع چاندر پور اور اگر اس کے ساتھ لہ صیانت فیروز پور ملایا جائے اس میں دلائل علماء کی اکثریت  
تھی۔ لیکن جب بات کہ گزشتہ صدی کے نصف اول میں تمام دلائل علماء کے اساتذہ یہ گوڑاں حضرات تھے جو دے پور میں در۔  
قام کے ہوئے تھے اور جیسا کہ عرض کیا اس کا آغاز تحصیل مرکز گوڑاں سے ہوا پھر یہ مرکز دے پور چلا گیا اور اس جگہ کا نام جس میں  
دوسرے ہمارے چر گوڑاں بن گیا اور اس میں بھدیاں (ایک گاؤں) کے گھنٹہ روز کا بیادہ معلوم چڑھ کر آقا و دوہہ جناب کا سب سے ۱۵  
معلق شامیری مراد حضرت معلق فقیر اللہ سے ہے اور پاکستان آکر اسی خانہ ان نے جامود رشید یہ کو متعارف کر لیا اور یہ کوئی عجیب بات  
نہیں ہے ابتداء سے یہ بات چلی آ رہی ہے۔

حضرت مولانا علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا تھا۔

المجال: العلوم الطبيعية - كيمياء عامة - كيمياء حيوية

منظارك و ما امرتک التمسک الا اللہین هم ازلنا ہادی  
الراہی .

(b)(7)(C)

مگر ہم میں سے کون ہے جس نے اس کی قوم کے ساتھ کافر سے کفر میں آکر ایک فرقہ برپا کر دیا۔ کچھ نہیں کوئی تابع ہو گیا۔

خاتم الانبیاء اعلیٰ علیہ السلام کو حضرت امیر المومنین علیؑ کی خدمت سے تھے اور، یا کے اہل اور جیہہ قبیلہ قریش کے مندرجہ  
اہم سے تھے لیکن آپ یہاں سے ان لوگوں سے چند روز کے لوگ تھے باقی عسکرا اور سہا کیوں تھے عسکرا اقبال سے کیا ہے۔

۴۴۰

ہمارے علاقے میں گورنر قوم چھوٹی اور گورنر خاندان سے بے سند نہیں ملتا تو ہمارا گورنر جی جی ہدایت ہے اور پہاڑی صحن  
میں گورنر قوم میں سے ہیں، ہمارا گورنر ہے جس کو چار کھن میں ملتا تمام سے لیکر پاکستان کے صوبہ سرحد تک عالیہ سطح سرحد کے  
علاقے میں سب سے زیادہ کی قوم مسلم اور غیر مسلم ملتی ہے لیکن ہمارے علاقے میں گورنر قوم سے ملتا راستہ پر گورنر کی بہت سی  
جودہ دہلی کا راجہ لری، مشفق علی جو خان، عزیز خان کاہلہ سے لے کر انور حسین، عابد باجی، باجی سب سے ملتی ہیں اور دہری کی دہری رہ  
جائیں گی نسب کا ہم سب کا اصل کا نام نہیں ہے کہ قرآن پاک میں بہت واضح طور پر آیا ہے

یہاں اللہ اس قافلہ عظیم کو من و لا کو و اتی و جعلکم  
 معاویہ بن ابی سفیان سے ملے اور ان کو مکہ عبداللہ بن مسعود  
 (سورۃ الحجرات، رکوع ۲۱)

اسے انسانوں کے گروہ اہم نے جنہیں ایک مرد اور عورت ہے

یہاں کیا ہے اور (میں نے) ان کے قصوں کو خوب اور ناکامی میں قسیم کر

اور (مکمل یاد گوئی) آپ ایک خط کے ذریعہ تمہیں سے ملے گا۔

مکرم ہے۔ اس لیے اسے تیار و خفا کا فرقہ سمجھنا چاہیے۔

یہ بہت دلچسپ داستان ہے کہ تاریخ اسلام نے بھی اس کو کمر باندھ کر عزت سے یاد کیا ہے جو اہل کے احاطہ شعور اور  
 علم نہیں ملتا اس سلسلے میں قرآن مجید کی ایک آیت اور حدیث

[illegible]

اس کے رسل کے اور موعظوں کیلئے اور انکی معاونتیں (اس کو) نہیں جانتے۔

[illegible]



چلتا اور آتے کے درخیم گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دیا جس پانچ وقت دنیا کی ہر مسجد میں بلند آواز سے اللہ کے نام کے ساتھ شہادت کے ساتھ پکارا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جملہ معترفہ ابتدائی میں بہت طویل ہو گیا۔ جامعہ رشیدیہ کے صدر مصلح مولانا قاری اللہ علیہ شہید ختم نبوت کے ایک مقدمے کے سلسلے میں پورے دلا سے دہلائی جاتے ہوئے مولانا شیخ احمد پانی پت ختم مدثر عربیہ پورے دلا کے ساتھ ایک دلا کے حوالے میں شہید ہو گئے۔ اس جامعہ رشیدیہ میں حضرت مولانا محمد یوسف شہید لدھیانوی نے پڑھائی اور فقیر دہانی میں حضرت مولانا محمد عبداللہ اور حضرت مولانا قاری اللہ علیہ شہید سے انہوں نے پڑھا تھا۔ ”ارشید نے گزشتہ سال جولائی کا ایک عظیم نمبر ان کی یاد میں لکھا اور اس ماہ نامہ ”بجالت“ کا تقریباً اسی صد صفحات پر ایک خصوصی نمبر ان شامہ شائع ہو گا جس میں برصغیر کے علماء نے حضرت مولانا کو خراج تحسین ادا کیا ہے۔ دورِ قدیم و جدید میں ایسے بڑے علماء نے اس رشیدیہ سے تعلیم حاصل کی کہ جن کے ذکر کے بغیر برصغیر پاک و ہند کی اسلامی، سیاسی تاریخ نامکمل رہے گی ان کا نام برصغیر کے سربراہ اور حضرات میں شمار ہوتا ہے۔

۱۹۵۶ء میں مولانا قاری اللہ علیہ جب شہید ہوئے تو جامعہ رشیدیہ کے ایک تکیہ اور خطابت میں حضرت قاری صاحب کے خصوصی شاگرد مولانا محمد ضیاء اللہ کی جو خطابت کی بلند چوں پر پہنچ چکے تھے اور ان کی عمر اس وقت انیس برس کے لگ بھگ ہوئی۔ حضرت قاری صاحب شہید اور ان کے پورے خاندان کے ساتھ میرے خصوصی نیاز مندانه تعلیق کی بنا پر یہاں چٹول میں مولوی محمد خمیر کی دکان پر میرے سامنے بچوں کی طرح ہلک کر رہے تھے کہ میں بچپن میں (قاری صاحب) اپنے عظیم والدہ جو بیک وقت بڑے شیخ، عالم، حکیم اور خطیب تھے کے سامنے سے محروم ہو گیا اور اب جب کہ بڑا ہوں اور میں نے اپنی تعلیم کے دوران میں اور بعد میں حضرت قاری صاحب کو خطابت میں اپنا روحانی باپ بنا رکھا تھا وہ مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت قاری صاحب شہید کے اپنے اعزاز کے لاجائی خطیب تھے اور راقم ان کی شہادت پر اتنا روپا تھا کہ اپنی پوری زندگی میں دو تین اور دھتوں پر اتنا روپا ہوں گا۔ یہ ہمارا مشفق کردہ تھا۔۔۔۔۔ اور اب ۲۹ دسمبر ۱۹۷۰ء مغرب کے بعد پورے دلا سے براہِ محترم مولانا قاری محمد طیب صاحب مجتہم جامعہ حنفیہ کا فون آیا کہ مولانا محمد ضیاء اللہ الہامی آج چوبیس فیصل آباد میں فوت ہو گئے۔ کل صبح میرا کہ ”بے گناہ جنازہ ہے یہ نگر“ گھر پر سکتا ساطاری ہو گیا ۱۸ اکتوبر کی شب ۱۱ بجے انہوں نے انور شہید کے ساتھ طاقات ہوئی تھی بڑی عمر اور گھٹتے تھریں۔ اس وقت کوئی چاری کے آگے نہیں تھے موت طبعی تھی خیرتی کچھ تھی اس کے باوجود حضرت سید شمس الحسنی مدظلہ کو فون کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان کے بیٹے کا مجھے فون آیا ہے مگر جلد انہوں نے انور شہید کے بیٹے قاری احمد اللہ قادری نے کہا کہ ہم نے لاہور کے اکثر علماء کو اطلاع کر دی ہے تم کو کئی دفعہ فون کیا لیکن رابطہ نہیں ہو سکا ان کے پاس جامعہ کے رجسٹر میں میرا فون نمبر لکھا اور جی تھا مولانا سید اللہ خالد کی ادائیگی میں کچھ تھا اور وہ جامعہ سے باہر تھے۔ میں نے اپنا نمبر وہ بارہ لکھوا دیا۔ براہِ مزاج حافظہ محمد اسلم کھیل کو بتایا وہ بھی لاطم تھے مولانا سید اللہ خالد اور مولانا حافظہ محمد طیب دونوں رشیدی ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ دو بڑے علماءوں کے مجتہم ہیں۔ سکین صاحب۔ رشیدی اور اشرفی ہیں اور محمد کتب (عربی قاری انگریزی) کے

بہت بڑے ناشرین تھے، ان کی خبروں میں خبر نشر ہوتی، ویسے اس خبر کے نشر ہونے سے قبل ہی پطرس فون وغیرہ سے پر۔ ملک میں مدارس اور خطیب حضرات کو اطلاع ہو گئی ہوگی کہ مولانا محمد ضیاء اللہ کی ملک کے بہت بڑے خطیب، سپاہیوں کے سرچ سے دستور تین دفعہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر رہ چکے تھے اور ملک کا شاید ہی کوئی نہ حال کھلا، اردو، ملک و دیگر دن ملک ان کے نام سے ناواقف ہوگا۔ کینل صاحب سے ملے ہوا کہ کچھ کچھ سے فیصل آباد میں گئے مولانا سیف اللہ خالد کو بار بار فون کیا لیکن وہ گیارہ بجے شب کے ملک جھک جاسو آئے اور فجر سے بے خبر تھے انہوں نے پھر رات کو فون کیا کہ کچھ کچھ میں گئے میں نے اپنا پروگرام بتا دیا تو کہنے لگے کہ کینل صاحب کو بھی ساتھ لے لیں گے۔ کینل صاحب سکیاں میں کی طرف بند سے دھر چہ بان پارک میں رہتے ہیں اور فیصل آباد کو راستہ سکیاں میں سے جاتا ہے۔ ملے یہ ہوا کہ رات کو کتبہ رشیدیہ کے باہر چلنے والے سات بجے صبح چائے کا پیو۔ مولانا سیف اللہ خالد صاحب دورا دور کے چند اور علماء کے ساتھ گاڑی میں وہاں پہنچ کر گھٹے میں گئے اس کے بعد کینل صاحب کو لیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہم دن بارہ اور گاڑی میں اس لیے فیصل آباد نظام آباد مولانا محمد ضیاء اللہ کی مرحوم کی دستخط و مہر میں جامع مسجد کے سامنے پہنچ گئے وہاں پولیس کی دھمکی خاصی غریب معاشی حکام کے کھڑی چمی گاڑیوں کو ایک طرف پارک کر دیا ہوا تھا۔ ہم نے اتر کر مسجد میں دھوکا دیا اور مرحوم کے مکان کے پاس پہنچ گئے۔ مرحوم کا مکان، جامع مسجد دورا آپ کا قائم کردہ جاسو قاسمہ قریب قریب ہی ہیں اور وہاں ایک بہت بڑا پارک ہے اس میں نماز جنازہ کا پروگرام تھا۔ مگر پہلو نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں میں اضافہ ہوتا ہوا تھا اور پورے ملک سے مدارس کے ختم خطیب اور متعدد حضرات کٹھن کٹھن آ رہے تھے مگر بنی جانب خانہ ایک کھینچ ڈالا گیا تھا جس پر لاوا پتھر نصب تھا اور وہاں سے آنکھوں کو جالیات دی جا رہی تھیں اور آنکھوں کے اٹھانے والے ام حضرات کو آگے بڑھا جا رہا تھا تقریباً ٹھیک گیارہ بجے خطیب اپنی آخری سواری پر آخری منزل پر جانے کیلئے آیا لیکن وہ خود بے حس و حرکت تھا اور گزروں میں ہانسون کے ساتھ بندھی چار پائی دستخط پارک کے بالکل درمیان رکھ دی گئی تاکہ عشاق اپنے محبوب خطیب کا آخری دفعہ دیکھ سکیں۔ پارک کے باہر مکان کے قریب ان کے چھوٹے بھائی مولانا قاری عبدالغنی عابد بیٹھے تھے اور لوگ ان سے تعزیت کر رہے تھے۔ ہم جب گئے تو مولانا کے بڑے بیٹے صاحبزادہ زہد محمود قاسمی مکان کے دروازے پر کھڑے تھے اس وقت ہر شخص کی خواہش تھی کہ مکان کے اندر جا کر اپنے محبوب خطیب کی زیارت کر لیں لیکن اندھا زہد صاحب ہم سب کے گلے لگ کر روئے اور احوال کے بعد ہی سے ان کا یہ حال تھا کہ حال تھے اہم مقررہ خطیب حضرات کو دعوت دی گئی کہ وہ وہاں تین تین منٹ مرحوم کو طران عقیدت دیا کریں تقریباً پانچ بجے میت منیج کی طرف لائی گئی اور مرحوم کے بیٹے مولانا زہد محمود کو ان کا جانشین قرار دیکر ان کی دستبرداری کی گئی منیج پر موجود دستخط خطبہ اور مدارس کے ختم حضرات نے روتی آنکھوں پر فریضہ سہ ماہیہ دیا۔ رات میں چک کھڑا تھا وہاں پھر سے سامنے ایک صاحب مقرر تقریباً ساٹھ سال کھڑے تھے منیج سے اطلاع ہو رہا تھا کہ تمام حضرات یکجہاں کیلئے بیٹھ جائیں لیکن وہ صاحب کھڑے رہے معلوم ہوا کہ وہ بیٹھ نہیں سکتے۔ میں ان کی صحت اور احتیاط سے حیران تھا کہ وہ تقریباً پانچ گھنٹہ مسلسل ایک جگہ ساکن کھڑے رہے تاکہ نماز جنازہ کا اعلان ہوا کہ حضرت سید پطرس الحسینی مدظلہ نماز جنازہ دینا چاہیں گے اور تقریباً بارہ بجے شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھا لی اس پر وہ عرصے کے درمیان مختلف لوگوں کی آہیں اور سکیاں سنیں انکھیں اور بعض کا توروں سے



تحت اور ہزار تھے۔ اور گنگرہ کے تھے موضع گنگرہ، تحصیل فوس شہر کے مشہور قصبوں بلکہ اور راہوں کے قریب تھا چوہدری مہد اسمٰن (مولانا) مین اسمٰن اسلامی کے خسر اکرم اہل انے متحدہ پنجاب راہوں کے تھے اور اجراء کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے اس علاقے اور ہوشیار پور میں خاستہ کوثر تھے قاضی برادران کا تعلق بھی کوثر برادری سے تھا صلح جانوہر کے رہنما تھے۔ قیام پاکستان پر مشرقی پنجاب سے لوگوں نے شہر ریہات خالی کئے اور کہیں میں مقیم ہوئے یہ خاندان جو اس گاؤں کے لوگ بہرام پور دھوکھانہ کے گھپ میں تھے مولانا مہد اسمٰن کا گھپ میں انتقال ہو گیا۔ ان بیٹوں مولانا محمد ضیاء اللہ بھی کی عمر ۱۰ سال اور مولانا مہد اسمٰن کی ماہ کی سات سال تھی اور بچوں غربت اور مہارت میں والد کا سایہ سر سے اٹھا گیا

فریت جی کو رہی نہ آئی اور دین بھی بھٹ گیا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جاری نہیں ہوتا تھا ہے کہ جیم بچوں میں استعداد اور صلاحیت ہوتا ہے اور ان کو احساس ہوتا ہے کہ اب والد کا سایہ تو سر پر نہیں ہے خود ہی اکت کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہے اور اچھے سے بچہ فریٹ اور افلاس کے باوجود بڑے ہو کر نام نہان بنے اور میراث چور خواہی یا نہوئے چھڑا اور اگر باپ کی میراث چاہتا ہے تو وہ یہاں

کا مصداق بنتے ہیں اور بعض بچوں کے والد کروڑوں سرمایہ اور بے شمار جائیداد چھوڑ جاتے ہیں تو ان کو پرگ جاتے ہیں اور چاہیے  
خوشامدی دوستوں کے ترے میں کہ بہت جلد والدین یا خاندان کے لئے نگہ و مار کا باعث بنتے ہیں۔ مولانا محمد ضیاء الحق کی اور  
مولانا عبدالحی عابد پہلے کروڑ سے تھے۔ والدہ صاحبہ عابدہ و خاتون قمیص انہوں نے ان کی تربیت کی اور میراث پر کار احساس دلایا کہ  
اور ان کو ہونا بچوں نے دین کی تقسیم حاصل کی اور پھر ہر سے ملک ہی نہیں جردن ملک بھی نامور ہوئے۔ جو جو واقعہ یاد آتا چاہیے کہ  
چاندنگ۔ لندن ساؤتھ ہال کی ایک بڑی مسجد میں جلسہ تھا جہاں ہمارے ایک بزرگ دوست مولانا سید فضل الرحمن جگرانی مرحوم کے  
بڑے بیٹے مولانا اسد اللہ قادری خلیفہ تھے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم متواتر قاری تھے اور تمام کو قابضہ بنا دیا گیا اور میں نے ابتدائی میں  
اپنی معروضات پیش کر دیں اس کے بعد مولانا قادری عبدالحی عابد کی تقریر تھی انہوں نے تقریر کی اور تقریر کے آخر میں کہا کہ یہ جلسہ  
سیرۃ النبی ﷺ کا ہے اور دلازمی رکعت حضور ﷺ کی محبت کی نشانی ہے اگر آپ سیرت پر جلسہ کراتے ہیں اور سنتے ہیں تو پھر شکل  
صورت میں بھی آپ ﷺ کی اتباع کرنا چاہیے اور کہا کہ میں اس جلسہ میں دس حضرات سے وعدہ دلوانا چاہتا ہوں کہ وہ آج کے بعد  
دلازمی نہیں ملتے و انہیں کے سامعین تقریر یا سنو کے لگ بھگ ہوں گے نہیں چلیں تو پہلے ہی حشر شروع تھے اور باقی حضرات میں سے لوگوں  
نے اقرار کرنا تھا ایک کھڑا ہوا ماشاء اللہ سبحان اللہ کہا گیا پھر دوسرا قیصر اجماع کھڑا ہوا گیا اور پھر کچھ توقف ہوا تو مولانا قادری عابد نے کہا  
کہ بس اتنی ہی محبت ہے اور پھر دس منٹوں میں یہ تعداد سات تک پہنچ گئی میرا خیال تھا کہ قادری صاحب شاید اب دعا مانگیں گے اور  
کہیں گے کہ یہ سراقہ نہ ہا پھر رسول کریم ﷺ اور ائمانہ دینی تھا لیکن اب چاہیے ایک شخص اور اٹھ کھڑا ہوا اور وعدہ کیا کہ ان شاء اللہ میں  
بھی آئندہ دلازمی ملتے تا ترک کرونگا اب قادری صاحب پھر چاروں دم ہوئے اور کہا کہ ابھی آپ تو دو کی کسر رہ گئی وہ بھی پوری ہو جائے  
اور ایک دفعہ بھی پوری ہو گئی۔ دلازمی رکعت رکھنا ناچ و مشکل کام سے لیکن میری حیرانی کی انتہا نہ رہی جب قادری صاحب کی موثر تقریر





اگر ہماری مدنی جماعتیں باسیاسی مدنی جماعتیں اس پر عمل کرتیں تو ۳۵ سال میں ہاتھ پائی انتخاب آچکا ہوتا کہ آج اسلامی نظام کے نفاذ کرنے کے مطالبے نہ کرنا پڑتے

☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا محمد ضیاء اللہ کی مرحوم نے دینی علوم مختلف جگہوں سے حاصل کی ان میں سے لکھنؤ، جام جامعہ رشیدیہ، ساجوال اور قاسم اعظم ملتان کا ہے۔ دونوں جگہ کے اساتذہ میں توازن اور اعتدال تھا سند فراغت قاسم اعظم سے فی جہاں حضرت مفتی محمود ۱۹۸۰ء شیخ الحدیث تھے اور پھر دورہ تحفہ قرآن دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی حضرت مولانا غلام اللہ خاں م سے پڑھا۔ مولانا قاری لطف اللہ عظیم اہل سنت سے منسلک تھے یہاں سے صحابہ کرامؓ کی عظمت و عزیمت کا درس لیا، اور راولپنڈی شیخ القرآن سے توحید کا سبق ملا اور یوں ایک طرح مرجع الحق بن گئے۔

والد مرحوم خطیب و شیخ تھے درجہ میں خطابت ملی اور مولانا قاری لطف اللہ اور مولانا غلام اللہ خاں اور مفتی محمود مولانا غلام نوٹ۔ مولانا سید نور الحسن بخاری مولانا دوست محمد قریشی اور سردار احمد خاں ہاشمی عظیم اہل سنت و جمیع ائمہ اربعین سے خطابت کو جہاں ملی اور اپنے تعلیمی دور ہی سے تقریر میں مہارت ہو گئے تھے۔ لیکن مہجین عیسوی میں جبکہ ان کی عمر ۱۸-۱۹ سال تھی۔ راقم نے ان سے ایک ہفتہ پہلے جنوں کے قواسم میں دریافت کیلئے لیا۔ ان دنوں مقبول عام خطیب تھے۔ توحید و وحدت، درود دعوت، ہر نفس آپ کے بندہ وہ موضوعات تھے اور اس کے ساتھ حفظ ختم نبوت بھی محبوب موضوع تھا گویا اکابر دین کا مسلک و شرب ان کا مسلک و شرب تھا غالباً ۱۹۵۳ء میں انڈیا گئے اور شیخ العرب والہم حضرت مولانا سید حسین مدنی کے بیت ہو گئے ان ساری نسبتوں سے طبیعت سے مدد سے فہم ہو گئی جرأت و شجاعت اور حق و صداقت ساری مرضیات اور ہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

گندہ شہزادی کا نصف ذل بہت بلند پایہ خطیبوں کا تھا ان کا تانی اور عقلی تو دنیا پند نہیں کب دیکھے کہ وہ قوی اور ملی خطیب تھے اور بہتری انسان تھے ان کی مخالفت و مخالفت کے باوجود آج برصغیر کا ہر کہ و سرحد تعلیم یافتہ طبقہ اور ملک کا سینہ پاپا پر بس شہ نہیں بین الاقوامی طور پر ان کی صفات و صفات کا تذکرہ اور ان کے کام پر لوگ بی ایچ ڈی کر رہے اور ایم۔ اے کا خصوصی مضمون (تصنیف) لکھتے ہیں۔ شیعوں تو اس کا کردہ و آورہ سے ذاتی طور سے ملکر ان پر شائع شدہ کتب کا پتہ کرتے رہتے ہیں۔ تاریخ میں ان کی عظمت بہت ہے اور یہ کہ ان کا زیادہ تر علمی نثر حق و صداقت اور کتاب و سنت کی ازلی وابدی حیثیت کے ساتھ ہندوستان کی آزادی تھی تقریباً چار دہائیوں اور افریقہ کے اکثر ممالک برطانوی و فرانسیسی استعمار کے پیر و ستون تھے اور وہ دیکھتے تھے کہ ہندوستان کی دولت اور افریقی قوت سے یہ لوگ ایشیا اور افریقہ کے دوسرے ممالک پر قابض ہیں۔ ہندوستان جو کبھی سونے کی چڑیا کہلاتا تھا اس کا خون چھوڑ کر انہوں نے اپنے ملک سوارے اور سہانے اور افریقی قوت کو چھوڑ دیا جس میں روپے میں بھرتی کر کے اسلامی مراکز میں گولیاں چلائی۔ جن زلفہ کرام کا وہ پرستار ڈاکر ہے انہوں نے خطیں بروداشت کیں، مصائب کا قتل کیا، ہر سا برس جیلوں میں رہے لیکن اب تک نہ کی اور استعصال و استحکام کے پرانا بکر فرنگی راج کو دیکھا دیا اللہ ان کی توجہ کو نور سے

بھرے وہ بہت لمبے لمبے لوگ تھے لیکن پاکستان بننے اور ہندوستان آزاد ہونے کے بعد وہ طرہائی شخصیات پر عداوت کی عمر میں داخل ہو گئیں اور ان کی جگہ سے لوگوں نے بڑی جوانی کی طرح حقارتی اور برہمجت توڑ تھے لیکن ان کی اکثریت میں توحید و وحدت اور خدہ صحابہ کا جذبہ فزونی تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے لوگ اس جذبے سے سرشار نہیں تھے سرشار تھے اور انبی کی قائم کردہ شاہراہوں پر سنے مقررہ و خطیب بنے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان کا نام لے لنگرنے مقررہ خطیب اپنی تقریروں میں جھلایا کرتے رہے اور کرتے رہتے ہیں۔ آغا شورش مرحوم کہا کرتے تھے کہ جس مقرر کی تقریر جم نہ سکے تو وہ حضرت مسیحؑ اور کر بلا کا ذکر کرنے لگتا ہے۔

غافل مقصود نہیں گزشتہ صدی کے نصف اول کے خطباء و دعات کی تقریروں اور تقریروں کے جملے اور معارف و کلمات آج کے اکثر خطیب اور دعات اپنی تقریر کو موثر بنانے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ آغا شورش کا شبیری جیسا نامور خطیب کہ جس نے مولانا ابوالکلام آزاد مولانا غفر علی خان اور امیر شریعت سید غلام احمد شاہ بخاری سے بھرپور استفادہ کیا اور ان حضرات نے آغا شورش کی خطابت کا اعتراف کیا بلکہ غفر علی خان نے تو ایک شعر لکھ کر آغا شورش کی حیثیت مسلمہ کر دی۔

شورش سے میرا رشتہ ہے اور وہ آذنی ہے

میں دلت کا رحم ہوں وہ ہے غانی و سہاب

آغا شورش اپنی تقریر کو مولانا آزاد کی تقریروں اور تقریروں کے جملوں اور فقرہوں سے جھلایا کرتے تھے بلکہ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کے آغاز میں ابوالکلام کو حلقہ کیا ہوا تھا۔ میں نے انہی آغا کو اپنی مختلف تقریروں میں بخاری کے حلقہ جیب و غریب اعجاز میں فرائض حسین پیش کرتے ہوئے سنا۔ سوچتی رہا کہ وہ اسے میں ایک بہت بڑا جملہ تھا اس میں بخاری کی یاد آگئی تو کھوکھیر لگے میں کہا غلام احمد شاہ بخاری توں کھسے یاد آگئیں اب میری بی بی کو کسی شاہ صاحب آپ کہاں یاد آگئے آج آپ کی بہت ضرورت تھی اور ابھی تقریر کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے

پکار دلائی خاموش سے خدا کیلئے

دس گئے آری آواز دگلتا کیلئے

ان بہت بڑے خطباء کی جیڑی اور ان کے خوش لیکن لیکن بڑے خطباء کی موجودگی میں مولانا محمد شفیع دہلوی مرحوم کی خطابت کا آغاز ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہرے ملک میں ان کا شہرہ ہو گیا اور مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا قاضی امجد علیؒ آہستہ آہستہ نور الحسن بخاریؒ مولانا ابوالکلام اللہ خانؒ اور مولانا سید عابد اللہ شاہؒ کے ساتھ پہنچ پر آئے گئے۔

اور ان حضرات نے آپ کی خدمات کو سراہا۔ مولانا نے چن چائی کے دور میں ہی خطابت کا آغاز کر دیا تھا اور یہ وہی ملک ہے عشق سے مقررہ تو بنا جا سکتا ہے لیکن خطیب نہیں بنا جا سکتا۔ جیسا کہ راقم نے لکھا کہ ۱۹۵۶ء میں مرحوم مولانا بخاری لفظ اللہ صاحب کی شہادت پر یہاں جنوں بچوں کی طرح رورہے تھے اور ناخبر ہے کہ میں نے ان کو کسی تقریر ہی کے سلسلے میں جھلایا کہ اگلے تبلیغی جلسے کا بچا شوق تھا۔ ۱۹۵۰ء میں جبکہ میری عمر ۱۵ سال تھی میں نے یہاں جنوں میں مجلس اسلام کے قیام سر کر دیا اور مولانا



کر کاغذیں کرائی گئی اور تاقیام میں ان جنوں ۱۹۶۶ء تک تعلیمی چلے کر چار ہالکے لاہور آکر بھی یہاں جنوں جا کر میں نے ہاتھ دھو کر آتے کہ وہ چلے کر آئے۔

مولانا مرحوم کی خطابت کا انداز ایسا تھا لیکن وہ انداز ایسا تھا کہ اس کو اپنایا جاسکتا تھا اور بلاشبہ پچاسوں خطباء نے ان کا صرف انداز اپنایا بلکہ لباس تو بی و طبرہ میں بھی ان کی پیروی کی۔ سات آٹھ حضرات کو تو میں جانتا تھا کہ ان کی منہوں نے جوتے سے لنگر ٹوٹی تک اور بحر ٹوٹی کے رنگ کو بھی اپنایا ہے۔ ۱۱ اعزاز ہے جو مرحوم کو جاتا ہے کہ انہوں نے علماء کی کئی نسل کو خطابت سکھائی تاہم ان میں مالی مدد کی یہ بات پیدا ہوئی کہ چونکہ اس نسل سے قطع رکھتا ہوں کہ جس نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریریں قیام پاکستان سے قبل سنیں بلکہ میں خود بڑے وقت کے طور پر نہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنے پیچھے میں دیکھیں اور مولانا صاحب الرحمن اور امیر شریعت کی تقریر اپنے گاؤں سے دو میل اور قسطنطنیہ میں میری عمر اس وقت چھ سات برس کی ہوئی تو قارئین اور ناظرین یہ بجا طور پر سوال کریں گے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا طرز کس نے اپنایا کسی نے اس کے قریب قریب تقریر کی تو میں عرض کروں گا کہ امیر شریعت کی خطابت کا انداز ایسا تھا کہ اس کو اپنایا نہ جاسکتا تھا۔ جس کی تقریر و خطابت کو اکثر نواب بہادر یار جنگ جیسے ایسا خطیب یہ کہے کہ اگر بخاری مجھے ایک ماہ دیدیں تو میں ایک ماہ میں تحریک پاکستان کو بھروسہ دے کر ان میں پہنچا دوں اور مولانا امین احسن اسلامی جیسے عالم اور مفسر کہے کہ شاہ صاحب کی تقریر سننے کیلئے ہمیں دو دو تین تین گھنٹے جاہل و بھول اور بے خوف لوگوں کی تقریریں سننا پڑتی تھیں اشتیاق کا یہ عالم ہوتا کہ آٹا پیلے جا کر کھڑے جاتے گو یا وہی بات تھی جو غالب نے کہی۔

ہذبہ ہے اختیار شوق دیکھا ہے

ہیبت شمشیر سے باز ہے دم شمشیر کا

البتہ پاک و بھوکے دوسرے تمام خطباء کی بیشتر لوگوں کی نقل اتارتے ہوئے دیکھا ہے قاضی احسان احمد شجاع آبادی اپنے انداز کے بے مثل خطیب تھے کہ آغا شورش نے ان کو فرائض عقیدت ادا کیا اور چوہدری افضل حق مرحوم نے تقریب کی ہے لیکن یہاں جنوں کے ایک جلسے میں ایک صاحب (جواب بھی زندہ ہیں) قاضی احسان احمد صاحب کے انداز میں تقریر کر رہے تھے۔ یہاں جنوں کی جامع مسجد کے قتل از قیام پاکستان خطیب اور مہاجر حضرات کی آباد کاری میں حصہ لینے والی معروف شخصیت مولانا بدایت اللہ مرحوم مجلس میں کمی آتے تھے لیکن مجھے بڑے دست حیرت ہوئی کہ وہ پنجاب پر کر بیٹھ گئے اور بعد میں مقررے لگے (یاد ہے کہ مولانا بدایت اللہ مرحوم قیام پاکستان سے قبل ہر سال یہاں جنوں میں چلے کر آتے اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سمیت (کمان کے سر رہے) تمام زعمائے اہل اہل کو جاتے اور خود بھی امدادی تھے اتحاد کے زمانہ کے ساتھ تقریریں کرتے تھے) اور لگے ملنے ہوئے کہا کہ میں سزاگاہ جا رہا تھا کہ مجھے قاضی احسان احمد صاحب کی تقریر کی آواز آئی اور میں نے کہا کہ وہ بھائی مذاقت نہیں ہوئی اور نہ تقریر تھی۔ دونوں کام ہو جائیں گے لیکن مولانا آپ نے تو کمال کر دیا کہ میں بھی دھوکا کھا گیا حالانکہ قاضی صاحب کے ساتھ برہنہ میں نے کام کیا ہے بلکہ قاریوں کے مشہور جلسہ عام میں ایک مشہور بزدلیوں کی مخالفت کی تھی جس کے ذکر کا یہ موقع نہیں۔

اس دور میں اور بھی کسی ایک غلطیوں کی شہرت ہوئی اور بلاشبہ وہ بھی اپنی جگہ ممتاز تھے لیکن جو شہرت مولانا محمد غیاث الدہلوی کے لئے عیسائی اور انتہا زنی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے علاوہ ذاتی طور پر بہت سی غلطیوں کے مالک تھے کشادہ دست اور دل کے فنی تھے مگر میں ان کو جوڑنے چاہتا اس کی مشروبات سے لیکر فحاشیات اور طعام قیام کی ضرورت کا طیال رکھتے اور کہا کرتے کہ یہ بھی میرے پیارے نبی ﷺ کی سنت ہے اور اس پر حضرت خدیجہ کا آپ کو پہلی دینی کے بعد گھر بہت کے وقت قتل دیا اور اس پر چند مجلسوں میں آپ کی تعریف کر کے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صالح نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم نفسی اور آخری کتاب کے نزول پر آپ ﷺ پر گھبراہٹ طاری ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات ہے اور کائنات الہی کی جس کی کوئی القاد نہیں اور جس کی قدرت کی معرفت دیکھنے والے ہر وقت قمر قمر کا پتہ اور اس کی پتا میں رہنے کی ہر وقت درخواست کرتے رہتے ہیں جس نے خود اپنے آخری کلام قرآن مجید کے معلق فرمایا

لَوْ اَنَّ لَهَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى حَبْلٍ لَوِ اسْتَعِذَّ

خَالِدًا مُنْتَصِدًا عَمَّا مِنْ حَشِيَّةِ اللَّهِ (سورہ البقرہ)

یہ نبی کریم ﷺ کا قلب مبارک تھا کہ اس کا قتل کر گیا۔ آپ ﷺ نیا مہیوت کر دئے گئے اور تبلیغ رسالت اور دینی کی اشاعت

میں گھر رہنے کے باوجود جب بھی وہی نازل ہوتی تو آپ کو پہنچا آ جاتا اگر کوئی پر سوار ہوئے تو وہ وہی جو ہر دست نہ رکھتی اور چند

جانی۔ ایک صحابی کی زبان پر سر رکھے آپ ﷺ لینے ہوئے تھے کہ وہی نازل ہوتی اور ان صحابی کو ایسا احساس ہوا کہ وہی نازل ہوتی جاتی

ہے ان حالات میں پہلی وہی آنے پر آپ ﷺ کا گھبراہٹ فطری ہر تھا۔ آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ کو اپنی

بیوی کو فرمایا زطونی زطونی۔ گھر کے کپڑے اوڑھا دو۔ کپڑے اوڑھا دو۔ اس پر حضرت خدیجہؓ نے جو اچھائی دین زبیر کے خاتون تھی فوراً

کچھ گئیں کہ کوئی غیر معمولی بات ہے پہلے تو ایسا بھی نہیں ہوا۔ آپ ﷺ ایٹ گئے اور انہوں نے مکمل اوڑھا دیا۔ سکون ہونے پر

آپ ﷺ اٹھے اور صورت حال بیان کی۔ ہمارے سامنے آئے جب میں یہ حدیث پہنچائی تو فرمایا کہ خدیجہؓ بہت بچھاؤ نہیں ظہر

معمولی پریشانی کو بھانپ گئیں اور کوئی سوال نہیں کیا کہ وہ جاتی اور سمجھتی تھیں کہ شوہر کے حکم کی فوراً تعمیل کرنا چاہیے پھر اٹھنے پر آپ

نے فرمایا۔ طریل حدیث سے متعلقہ حصہ نہ ہے۔

قال لعديجة اى عديجة عالى لقد عشت على نفسى (جب آپ کا ڈر جاتا رہا) تو آپ ﷺ نے فرمایا خدیجہؓ میں

فاحسرها العسر قالت عديجة تخطا البشر هو الله لا نہیں جانتا کچھ کو کیا ہو گیا ہے مجھے تو اپنی جان کا ڈر ہے اور تمہارا

بھڑکنا کہ اے خدا تو اللہ الہک لفضل الرحمن وتصدقی قصہ بیان کیا (جو عذر میں گھڑا تھا) حضرت خدیجہؓ نے کہا

الحديث وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقري ذرية مني ہرگز ہرگز آپ کو نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ خوش ہو جائے

الضيف وتعين على نوائب الحق البع میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں اللہ آپ کو بھی نرا ب نہیں کرے گا

(بخاری الموطأ کتاب النصار)

خدا کی قسم آپ تو نائے دلوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں ہمیشہ کی  
 بودا کرتے دوسرے کا بوجھ (قرض وغیرہ) اپنے ذمے لیتے ہیں  
 جو کسی کے پاس نہ ہو وہ اس کو دلاتے ہیں بھوکے کو کھانا کھلاتے  
 بچے کو کپڑا (اور دھیمان کی ضیافت کرتے ہیں معاملات اور  
 مقدمات میں حق کی پاسداری کرتے ہیں) اور بھر اپنے بچاؤ و  
 منافع کے پاس لے نہیں جو پہلی کتابوں کو بڑھتے تھینے تھے۔

احقر راقم عرض کرتا ہے کہ اٹھ کو آپ کی یہ پہلی گھر اہٹ اتنی پسند آئی کہ آپ کے الفاظ و طوطی و طوطی کی سبست سے آپ کو یہاں  
 المسوصلہ کہہ کر (اسے کپڑا اور ہنسنے والے) سورہ منزل اتاری اور آپ کا اٹھ تعالیٰ نے منزل نام کا لقب مقرر کر دیا سبحان اللہ۔ تو  
 قاضی مرحوم حضرت خدیجہؒ کے اسی بیان کو بڑے حوصلے سے لنگر بیان کیا کرتے اور عقلمند فرماتے میرے نبی ﷺ اسی سے وار تھے  
 اور ایسے ذریعے دار کہ جو کچھ ان میں آجرات آنے سے پہلے پہلے فرج کر دالتے۔ حضرات شفیق حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت  
 عمر فاروقؓ اسی سنت کے پیروکار تھے۔ تو قاضی صاحب کٹھن اور کٹھن دوست اور کٹھن دوست تھے۔ اس کی کئی مثالیں سامنے ہیں لیکن  
 مضمون طویل سے طویل تر ہو جا چکا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک بات یہ بھی کہ صاف سحر اعمدہاں پہنچنے اور کہنے کے بعد حوازی یہ ہے کہ علماء کو ایسی حالت میں رہنا چاہیے کہ عام لوگ ان  
 کو کچھ کہتا نہ ہوں اور فقیر بھائی نہ سمجھیں کہ کو کو یا خیرات کا شوق ہے اور دس کھا کر خیرات یا ایسا ہی مال دے لگیں۔ ایک دفعہ  
 برطانیہ میں احقر ان کو ان کی قیاس گاہ پر ملے گیا تو دیکھتے ہی کہا کہ ارشد گذشتہ سال اور گذشتہ سے بیس سال بھی تمہارا یہی لباس تھا  
 میں خفیف تو ہوا لیکن کہا کہ میں تقریباً اواٹھن مرتبہ سے ایک ہی قسم کا لباس پہنتا ہوں شاید آپ نے اس لئے محسوس کیا کہ ایک ہی جوتا  
 ہے۔ علماء کے حلقے ہمیشہ یہی نظریہ اختیار کیا کرتے رہے۔ قاضی امین احمد شجاع آبادی بھی اس معاملے میں بڑے حساس تھے لیکن  
 اپنے لیڈرین پر انہوں نے اپنے آپ کو نام نہائی مسجد شجاع آباد دکھوایا تھا اور اس میں کوئی عارضی کھجی نہیں ایک بات اور یاد آتی  
 سابقہ ال جامعہ رشیدیہ کا جلسہ تھا قاضی صاحب تقریر کر کے آئے گرمی کا موسم تھا اور لباس پہنے سے شرابور تھا قاضی صاحب نے فرمایا  
 باؤ! تقریر کرنے کے بعد فوراً لباس تبدیل کر لیا کہ وہ اور جسم کو بچھو لیا کہ وہ کہہ رہے تھے میں زہر ہوتا ہے۔ قاضی صاحب عام طور پر باوجود  
 سے استعمال کرتے تھے اور امیر شریعت بھی کوئی بات سمجھانے کے وقت یہ لفظ استعمال کرتے۔

آنکھل کچھ پیشہ وراء اور خطیب ہیں جو ہوائی جہاز کا ٹکٹ مانگتے ہیں اور پھر آمد و رفت کا کرایہ بھی خاصا زیادہ۔ اگر کم ہو تو کسی  
 تو صاف طور پر کہہ دیتے ہیں کہ اسے اور دیا آپ کی بیب یا عدل سے نکال لیں گے یا کسی نہ کسی طریقے سے اٹھارہ کروڑ کے بعض  
 حضرات کی ایک ہی شہر میں دو تین تقریریں ہوتی ہیں اور سب سے پہلے راجہ راجہ لگ لگاتے ہیں۔ تبھی وہ خط و تبلیغ کا کچھ اتنا مٹھیں ہوتا  
 جتنا ہونا چاہیے۔ میں جب لکھتا ہوں تو بات سے بات نفی کیا د آجاتی ہے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو جیسا کہ ذکر کیا ۱۹۵۰ میں، نہیں

نے دوسرے کا روبرو اس کے ساتھ چاہا تو دونوں ایسے اور کارہی کم تھیں غالباً کوئٹہ گاڑی پر ہم حضرت کو چھوڑنے گئے۔ میں نے کچھ کرایہ وغیرہ پیش کرنا چاہا تو فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں اور کہا کہ تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تمہارا اہل بھر وطنی ہو گیا (اور میرا پارسل تم نے وصول کر لیا) آپ جھنگ سے خانہ اہل اور وہاں سے ٹیکسٹائل پر مہاں ہوا تو خریف لائے تھے پارسل والی بات اس وقت بھی تھی میں نے دوبارہ عرض کیا تو فیصہ ہوئے۔ اور ایک دفعہ فرمایا کہ میں کسی جگہ نظر کیلتے جا تا ہوں مگر مختصمیں کچھ دیتے ہیں تو ان کو کبھی کن کرنے اس وقت اور نہ بعد میں کبھی دیکھا اور ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک جگہ گیا تو انہوں نے مجھے کرایہ دیا اور چاندی کے دوپوں کی نقلیں میں۔ میں نے دو مہرب میں دیکھی جگہ رکھ لئے۔ ریل پر واپسی تھی انٹیشن پر گیا ہاں دونوں کرایہ بہت کم ہوتا تھا۔ ۱۹۵۱ء کی بات ہے کہ لاہور سے ملتان کا مسافر کرایہ پانچ روپے تھا اور یہ تو قیام پر پاکستان کے بہت نقل کی بات ہے جب ایک قافلہ چاندی کا ایک روپیہ ہوتا تھا۔ میں نے ایک دوپیہ لگا اور کٹتے لگا تو ہارنے کہا وہ پیہ کھوتا ہے دوسرا لگا تو وہ بھی کھوتا لگا۔ ان دونوں کھوتے کھوتے کی پہچان کرتے تھے میں نے دو تین نکالے تو وہ کھوتے ہی نکلے میں پیچھے ہٹ گیا اور خیال کیا کہ نقل و جعلی روپے بنانے کے جرم میں نہ دھریا جاؤں اور پھر شاید کوئی پیسہ روپیہ نقل آیا تو نکلت لیا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے بیان کیا ہوا کہ میں نے اپنے کیسے میں کبھی نہیں دیکھا کہ کتنے روپے ہیں یا رقم ہے اس پر ایک دفعہ مولانا عبدالرحمن سیالوی نے آپ کے کرتے کی جیب سے کچھ روپے غالباً چھاس نکال لئے کہ آپ نے گری سے یا ہاتھ سے کیلئے کرتا اتار ہوا تھا اور پھر کبھی دن بعد دوبارہ زال دیکھے۔ کبھی دن ایسے ہی بات کرتے ہوئے مولانا سیالوی مرحوم نے کہا آپ سچ کہتے تھے شاہ صاحب حیران ہوتے کہ اس کا کیا مطلب ہے تو اس پر سیالوی صاحب نے مستوجب بالا واقعہ بیان کیا کہ میں اس کے بعد آپ کے چہرے اور اداؤں کو دیکھتا رہا مجھے بالکل محسوس نہیں ہوا کہ آپ کو ظلم ہو گیا کہ آپ کے روپے نکالے گئے اور پھر ازلے گئے تو اس پر شاہ صاحب کا چہرہ فیصہ سے تھا اٹھا اور فرمایا کہ عبدالرحمن تم کیا سمجھتے ہو کہ میں جھوٹ بولتا ہوں اور تم نے قرب کر کے دیکھا۔ میں نے مولانا عبدالرحمن سیالوی سے یہ قدر خود سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے اس سے نقل پہلے کبھی شاہ صاحب کو اس قدر فیصہ میں نہیں دیکھا تھا شاہ صاحب فرمایا کرتے کہ مجھے ایک چیز سے یاد ہے اور دو چیزوں سے غارت۔ قرآن مجید سے محبت اور پیار ہے اور جھوٹ بولنے والے اور مکر پر سے نفرت ہے۔ "انتخاب" کے ایف بی عبدالحمید سارنگ نے ایک دفعہ "انتخاب" میں ایک غلط خبر یا تقریر اپنی طرف سے بنا کر انتخاب کی سرقتی لگا اہل حضرت شاہ صاحب۔ مولوی قلام مصطفیٰ تبسم۔ پطرس بخاری عبدالحمید سارنگ اور فیض احمد فیض حضرت شاہ صاحب کے بہت بے تکلف دوستوں سے تھے لیکن سارنگ صاحب سے شاہ صاحب اس غلط خبر لگانے کی وجہ سے بہت عرصہ ناراض رہے پھر دوسرے دوستوں نے ایک تقریب میں ایک ترکیب نکال کر ایک دوسرے سے ملایا اور صلہ ہوئی یہ قدر کہ ان میں اور شاہ صاحب کے حالات میں آپ کا ہے لیکن وجہ بیان نہیں ہوئی کہ ناراض کس بات پر تھے ہر اخیال ہے کہ شاید یہ بات تھی۔

قرامی مرحوم کو کبھی میں نے کبھی بھلاؤ نہ کرتے دیکھا یہ مقرر کرتے یا سمجھتے نہیں دیکھا اور نہ کبھی کسی خاص کھانے کی فرمائش کی جوں کیسا لیا اور بعض جگہ کار بھی کر دیتے تھے اور جو کھانا مل گیا وہ کھا لیتے۔ جب عرض نے آگھر تو اس کی داہم پر بیٹھ کرتے تھے ساری زندگی مشغول کچھ کر گذار دی اور یہ خیال کیا کہ یہ زندگی اللہ کی امانت ہے اس کے دین، محبت و سولہ کے سچے طریقے پر

نے دوسرے کارہیروں کے ساتھ چاروں دونوں ہمیں اور کاریں کم تھیں غائبانہ کو کھانسی کا زور بہت کم حضرت کو چھوڑنے لگے۔ میں نے دیکھ کر ایسا غیر معمولی کرنا چاہا تو فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں اور کہا کہ تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تمہارا جملہ خیر و خوبی ہو گیا (اور میرا پارسل تم نے وصول کر لیا) آپ مجھ سے خائف نہ رہیں اور وہاں سے ٹیکس ریکس پر میاں خٹنوں کے طریقے دے تھے پارسل والی بات اس وقت بھی تھی میں نے دوبارہ عرض کیا تو فرمے ہوئے۔ اور ایک دفعہ فرمایا کہ میں کسی جگہ تقریر کیلئے جاتا ہوں مگر خطی نہیں لکھتا ہے چنانچہ میں تو ان کو کبھی کن کرنا اس وقت اور نہ بعد میں کبھی دیکھا اور ایک واقعہ بتایا کرتے تھے کہ ایک جگہ گیا تو انہوں نے مجھے کراہ دیا اور چاندی کے دوپوں کی تلاش میں۔ میں نے دو مہینے میں دیکھی جگہ رکھ لئے۔ ریل پر وہاں بھی تھی انہیں پر کیا ان دونوں کراہ بہت کم ہوا تھا۔ وہاں کی بات ہے کہ لاہور سے ملتان کا میں کراہ پانچ روپے تھا اور یہ تو قیام پاکستان کے بہت لمبی کی بات ہے جب ایک تو قیامی چاندی کا ایک روپیہ ہوتا تھا۔ میں نے ایک روپیہ نکالا اور ٹکٹ مانگا تو باؤ نے کہا روپیہ کھوٹا ہے دوسرا نکالا وہ بھی کھوٹا نکالا۔ ان دونوں کو ملے کھرے کی پہچان کرتے تھے میں نے دو تین نکالے تو وہ کھوٹے ہی لگے میں چھپے ہوتے تھا اور خیال کیا کہ نقلی روپیہ ملے پے پانے کے جرم میں نہ دھریا جائوں اور پھر شاید کوئی پہلا روپیہ نقل آتا تو ٹکٹ لیا اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے جان کیا ہوگا کہ میں نے اپنے کیسے میں کبھی نہیں دیکھا کہ کتنے روپے ہیں یا رقم ہے اس پر ایک دفعہ مولانا عبدالرحمن میانوی نے آپ کے کرتے کی جیب سے کچھ روپے غائبانہ چاس نکال لئے کہ آپ نے گری سے پانہا نے کیلئے کرتا ہوا تھا اور پھر کئی دن بعد دوبارہ نکال دیئے۔ کسی دن ایسے ہی بات کرتے ہوئے مولانا میانوی مرحوم نے کہا آپ جی کہتے تھے شاہ صاحب حیران ہوئے کہ اس کا کیا مطلب ہے تو اس پر میانوی صاحب نے مندرجہ بالا واقعہ بیان کیا کہ میں اس کے بعد آپ کے چہرے اور اداؤں کو دیکھتا رہا مجھے بالکل محسوس نہیں ہوا کہ آپ کو علم ہو گیا کہ آپ کے روپے نکالے گئے اور پھر ڈالے گئے تو اس پر شاہ صاحب کا چہرہ مجھ سے تھما اٹھا اور فرمایا کہ عبدالرحمن تم کیا سمجھتے ہو کہ میں جھوٹ ہوتا ہوں اور تم نے غرپ کر کے دیکھا۔ میں نے مولانا عبدالرحمن میانوی سے یہ قدر خود شاد کہتے تھے کہ میں نے اس سے نقل پہلے کبھی شاہ صاحب کو اس قدر غصے میں نہیں دیکھا تھا شاہ صاحب فرمایا کرتے کہ مجھے ایک چیز سے زیادہ کھرا اور چیزوں سے نفرت۔ قرآن مجید سے محبت اور چارے اور جھوٹ بولنے والے اور مکر پر سے نفرت ہے۔ "انتخاب" کے ایف بی محمد امجد سالک نے ایک دفعہ "انتخاب" میں ایک ملازمین یا تقریراتی طرف سے جا کر انتخاب کی سرٹی لگاوا لی حضرت شاہ صاحب۔ صوفی نظام مصطفیٰ تبسم۔ پطرس بخاری امجد سالک اور فیض احمد فیض حضرت شاہ صاحب کے بہت بے تکلف دوستوں سے تھے لیکن سالک صاحب سے شاہ صاحب اس ملازمین لگانے کی وجہ سے بہت عرصہ ناراض رہے پھر دوسرے دوستوں نے ایک تقریب میں ایک ترکیب نکال کر ایک دوسرے سے ملایا اور صلح ہوئی یہ واقعہ کتابوں میں اور شاہ صاحب کے حالات میں آچکا ہے لیکن جب بیان نہیں ہوئی کہ ناراض کس بات پر تھے میرا خیال ہے کہ شاید یہ بات تھی۔

تو قیامی مرحوم کو کبھی میں نے کبھی بھلا دیا تھا کرتے، مگر یہ مقرر کرتے یا سمجھتے نہیں دیکھا اور نہ کبھی کسی خاص کھانے کی فرمائش کی ہوئی کیا لیا اور بعض بھلا کر دیکھی کہ روپے تھے اور جو کھانا لیا وہ کھا لیتے۔ جب عرض نے انکھیر تو اس کی واجب پر ہرگز کرتے تھے ساری زندگی مٹن کچھ کر گذر رہی اور یہ خیال کیا کہ یہ زندگی اللہ کی امانت ہے اس کے دین، محبت رسول ﷺ کے صحیح طریقے پر

چلے اور صحابی حضرت دجلات جان کرنے کیلئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ سے ملنے والے، دینے والے آپ سے محبت کرتے تھے۔ میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ ان کو ایک جگہ سے چالیس سال قبل پچاس سے روپے ملے تو وہ چار پائی پر لینے ہوئے ان کو بار بار رکھتے تھے۔ جب مال اور کٹر ذلیل کی ہوس بہت بڑھ گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مگر یہی ہے کہ حق نبی شخص۔ تو ہماری دہلی کی تو ہماری ہے۔ حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "مثنیٰ" اس لئے کہتے ہیں کہ مالدار تو تھے لیکن اپنے مال کو اسلام اور مسلمانوں کیلئے بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ ایک دفعہ مدینہ میں قلعہ بنایا گیا آپ کے کثیر تعداد میں اونٹ قلعے سے لے کر ہوئے آئے۔ تاجر باہیں کہے کہ ساہوکار قسم کے افراد آپ کے پاس آئے اور کہا کہ یہ مال ہمیں فروخت کر دیں اور خرچ لگانے لگے۔ غلامانہ امت سے چار پانچ لکنا دینے کو چار سو لگے آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ فتح کم ہے لگھے اس سے زیادہ بہت زیادہ دینا گناہ ہے وہ لوگ حیران ہوئے کہ ایسا کیوں ہے ان کی نظر میں سوائے اپنے مدینہ میں اور کوئی تاجر ایسا نہ تھا۔ ان کے صاحب اور حیران ہونے پر آپ نے سارا قلعہ مدینہ میں منتقل کر دیا اور فرمایا کہ میرے اللہ کا وعدہ ہے

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها۔ جو ایک نیک کرتا ہے ہم اس کا ثواب (آخرت میں) یا پھر دنیا ہی میں دس گنا دیتے ہیں۔ کوئی خرچ نہیں اگر اس میں کسی اپنے عزیز کا ذکر کر دوں میرے ایک رشتے میں دیا گئے شیعوں کے پہلے سفر سے میں افریقہ گئے اور کوئی کام کیا تو سکھائی حکومت پانچ سو روپے یا جو بھی کی سکتا پانچ ملے وہ انہوں نے خیرات کر دئے بلکہ کام کیا تو پچاس ملے وہ بھی خیرات کر دئے بلکہ پانچ سو ملے وہ لگھے کہتے تھے کہ شیعہ اس کے بعد میرے یقین کی وہ حالت نہ رہی اور میں نے خیال کیا کہ کیا اب پانچ ہزار مل سکتے ہیں اور میرا تھوڑا کچھ کیا چلو ایک دفعہ اور دس لکھ حضرت رابعہ رضی اللہ عنہ فرمادی ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس امت میں اچھا فی قندہ گذرے ہیں وہاں فلاں اور اچھی رابعہ رضی اللہ عنہ۔۔۔ یہ بات تو تحقیق علی کے طور پر لکھ دی۔۔۔ وہ آدمیوں نے ارادہ کیا کہ رابعہ رضی اللہ عنہ سے ملنا چاہیے کہ وہ بہت بڑی نیک خاتون ہیں ان کو بھوک بھی لگی تھی خیال کیا کہ دیکھیں فراموش ایمانی سے وہ ہماری بھوک کو جانتی ہیں یا نہیں مجھے شک ہوئے گی تو ایک سال آیا اور اس نے کھانے کا سوال کیا۔ رابعہ کے پاس وہ دو روٹیاں تھیں وہ اس خاتون یا سالک کو دے دیں۔ اس کے بعد ایک شخص آیا اور ایک طباق میں دو روٹیاں لایا اور کہا یہ آپ کے لئے لایا ہوں رابعہ نے انہیں تو وہ اٹھا دی تھیں وہ انہیں کر دیں اور کہا کہ میری نہیں ہیں۔ بلکہ دوبارہ وہی شخص آیا اور طباق دو روٹوں کا لایا رابعہ نے انہیں تو وہ میں تھیں تو یہ لکھ لے لیں کہ ہاں یہ میری ہیں اور ان مہمانوں کو کھا کر کھائیں اس پر انہوں نے سوال کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا ہم بھوکے تھے آپ نے ہماری بھانے سالک کو دو روٹیاں دے دیں بلکہ ایک طباق آیا آپ نے وہ انہیں کر دیا لیکن دوبارہ قول کر لیا۔ رابعہ نے کہا جب آپ لوگ آئے تو مجھے خیال ہوا کہ آپ سے کھانے کا کام چلوں لیکن تم دونوں مستند تھے وہ دونوں سے تم میرے ہوتے میں سوچی رہی تھی کہ پانی کروں پانی، کہ سالک نے کھانگی تو آواز دی سالک کو دینے کی کتاب و سنت میں بار بار تاکید اور انکی اضیاء آتی ہے میں نے وہ دو روٹیاں اس کی تہ کر دیں اور آپ کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد ایک شخص اٹھا وہ دو روٹیاں لیکر آیا لیکن میں نے وہ انہیں کر دیں بلکہ وہی شخص لیکر آیا تو میں نے لے لیں وہ فرشتہ تھا اور میرا احسان لینا چاہتا تھا کہ میرا اللہ کے وعدہ پر یقین ہے یا نہیں میرا پتا نہیں تھا کہ اگر اللہ مجھے دیکھا تو اپنے وعدے کے مطابق وہ کے بدلے میں دے گا اور آپ



منا سبب بنانے کی لوگ ملے۔ کچھ کراہیں لائے اور بہت سے لوگ ملے طلب کر کے ان کو کچھ کرنا بھی دیا جان نہیں لائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گزشتہ صفحے میں راہب بصریہ کا واقعہ نقل ہوا کہ جنت کو آگ لگانے اور جہنم کی آگ بجھانے کے ارادے سے انھیں یہاں کی تختہ دارانہ اور مہذبہ دارانہ شان تھی اور نہ جنت اور جہنم اپنے آپ کا مادی کی فراہم و داری کی چیز اور نہ فرامانی کی سزا ہے۔ اس دنیا میں بادشاہ لوگوں کے ادب اور ان کی اطاعت شعاری دیکھ کر انعام سے نوازتے، جاگیریں عطا کرتے اور دولتوں کو لکھتے کرتے اور سزا نہیں دیتے ہیں اور انسان طمعاً یا فطر جاکو بی ہے اگر قرآن پاک میں جنت اس کی خستوں و حور قصور اور جہنم کی دوزخوں کا ذکر ہے تو یہ ان انسانوں کیلئے ہے جو لاپرواہی و غفلت رکھتے ہیں ان سے کہا گیا ہے کہ اگر تم اللہ کی عبادت کرو گے تو دنیا میں جس دنیا کے لئے مہرے پھرتے ہو اور جائز و ناجائز کسی چیز کی پروا نہیں کرتے اگر اس محدود دنیا میں اس کی عبادت کرو گے تو ہمیں لامحدود زندگی میں اتنا کچھ دیا جائے گا کہ جس کا تم تصور تک نہیں کر سکتے تو یہ باتیں اور چیزیں ان لوگوں کیلئے ہیں جو حقانی اللہ دنیا میں حالانکہ یقین ہے کہ ہم نے اس دنیا سے چلے جانا ہے اور جو کچھ ہم نماز ہے اور اس پر اپنی زندگی کو لگا کر ہے ہیں وہ ہمیں چھوڑ جاتا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کو کھائے۔ جو لوگ جنت جہنم کا مذاق اڑاتے ہیں اور "بارہ بیش کوش کہ عالم وہاں نیست" پر عمل کرتے ہیں وہ دنیا میں اس طرح دنیا کھانے میں غرق ہیں کہ ایمان و اخلاق۔

راقم نے قیام پاکستان کے چند سال بعد ایک ایسے کروڑ بچی پاکستانی کا سفر نامہ چننا جو ان کی میں بچاؤ میں پاکستان کے مستقل مندوب تھے۔ وہ اپنے سفر نامے میں لکھتے ہیں کہ میں نے ہالی وڈ کی فلموں میں کام کر کے ہالی وڈ کی کمپنیوں اور ایکٹروں کا فون معلوم کرنا چاہا اور ڈائریکٹری میں تلاش کیا تو ان کا پتہ اور فون نمبر کمان کے پاس نہ تھا اگر ہر کسی کو معلوم ہوں تو پھر ان کی زندگی ابھرنے ہو جائے اور اس وقت آج کی سولت حتیٰ کہ فون کر کے ہالی وڈ کے کمان کے پاس نہ تھا اگر ہر کسی کو معلوم ہوں تو پھر ان کی زندگی ابھرنے ہو جائے ابھی آجاتی ہے۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ میں نے چچا کو یہ لوگ عام طور پر شایع کہاں کرتے ہیں اس بار دہرایا وہ بھی کوئی نہ تھا۔ ایک دن بوٹ خریدنے لگا تو دکاندار نے اس کی قیمت دو تین ڈالربائی جو اس وقت کے لحاظ سے بہت زیادہ تھی میں نے گرائی کا سبب پوچھا تو کہا گیا کہ اس بوٹ کو کھاس ایکٹرو پینتا ہے میں نے فوراً خرید لیا۔ اور اس کے بعد ایک دن ہالی وڈ گیا وہاں ایک پارک یا جگہ میں مشہور ایکٹروں اور ایکٹروں کے پاؤں کے نشانہات ثبت ہیں کہ گیلے گیلے سینٹ و فیروہر ان لوگوں کو گیلے پاؤں چلا کر یا کھڑا کر کے نشانہات معلق کرتے گئے میں ان دنوں اور اب بھی کبھی کبھی حراصاً کہا کرتا ہوں کہ یہ صاحب ایک بات میں توجہ کر گئے یعنی چھپا گئے کہ انہوں نے ان کے پاؤں کے نشانوں کو برسیا ہوا اور لپٹا ہوا لکھیں ذکر نہیں کیا۔ اور ایسے لوگ نیک لوگوں کی عبادت اور قرآنی پاک میں جنت اور جہنم کے ذکر کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ خود ان دلت دروہہ کھانے زیادہ سے زیادہ مکان بنانے اور زمین خریدنے میں لگے رہتے ہیں ان سے کہا گیا ہے کہ محدود زندگی اللہ کی عبادت و طاعت میں گزارو لامحدود زندگی میں ضرورت پاتے تو ہماری ہو سکتی ہیں خواہشات انسانی لامحدود ہیں اور محدود زندگی میں حاصل کریں

وَلَكُمْ فِيهَا مَآسِيحٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَآدٍ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ (القرآن)

وہاں تمہارے لئے وہ کچھ ہوگا جس کی خواہش



تمہارے نفس کریں گے اور پروہنج ہوگی جس کو تم طلب کرو گے۔

یہاں تو ایسا ہے کہ

بڑوں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

ایک ایسی ہی کردار تھی شخص بکال میں قیام پاکستان سے قبل تھا کہ اس کے گودھوں میں لاکھوں سہ چاول بنے تھے بکال میں قلعہ چاقا اور وہ عرصہ گزرنے کے پھر میں تھا مردہ تھی ایک وقت کی خوراک کیلئے اپنی اولاد کو کوچ دے جا رہے تھے اور کم از کم اس لاکھ انسان اس قلعہ میں (عام پچاس لاکھ) اقوام مل رہے تھے میں اس خاتمِ نفس کا نام نہیں لیکن مسلمان تھا اور لیتہ تھا۔ اس قلعہ کا حال میں نے ان دنوں اخبارات میں پڑھا تھا اور اب شہاب نامہ میں قدرت اللہ شہاب نے اس کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس شخص کا نام نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ کماے اور اس کے راستے میں ترجیح کرنے کی ہر ایک کو توفیق دے۔ یہ جانتیں وہ جانتگی لیکن اگر کوئی اس کو اچھے راستے میں ترجیح کر چکا تو وہ اس کے آخرت میں کامیاب۔ نبی اکرم ﷺ ایک دفعہ گھر تخریب لائے اور پوچھا کہ کھانے کو کچھ ہے تو عرض کیا گیا کہ کچھ باقی ہے باقی اللہ کے راستے میں دینے یا کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کے راستے میں یا کسی سالک کو دینے یا گیا وہی باقی ہے۔

ہات قاسمی صاحب کی اور ہی قحی کہہ دیتے تھے کہ میرے نبی ﷺ کی سنت ہے کہ خوب کھانا پلاؤ اور دلیل میں حضرت خدیجہ کبریٰ کے اور الفاظ اور جملے نقل کرتے جو ہماری سب مسلمانوں کی ایسی نے حضور ﷺ کی تسلی دیتے ہوئے کہہ کر کہا کرتے کہ میرا نبی ﷺ ذرا سے دوا تھا ذرا سے دوا ان معنوں میں نہیں جیسے ہنک زار سے دوا ہیں بلکہ اس معنی میں کہ آپ ﷺ کا سب بکھامت کے افراد کیلئے تھا اور بنے لئے قنوت لا یعوت کے برابر تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک دفعہ میں جنوں میں میرا انہی ﷺ کا جلسہ تھا پہلے دن مولانا قاسمی کی تقریر تھی پھر نہیں کس بات کے ضمن میں۔ میں نے دنوں کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد کا فقرہ سنایا جو ردی الکلام یعنی سوشلزم اور کمیونزم کے حقیقی تھا مولانا کا کلیہ حکم میرے بھائی تھا فرمایا۔ میرے بھائی ایسا ایک تجربہ ہے تجربہ کا کام بھی ہوتا ہے اور کامیاب بھی۔ اسلام کے حقیقی فرمایا کہ وہ عقیدہ سے اور احوال صالحہ کا نام ہے کہ رب کو ایک مان کر اس کی اطاعت کی جائے اور نبی اکرم ﷺ کی اور صحابہؓ کی سادگی کو اپنایا جائے۔ قاسمی صاحب میری طرف بخیر دیکھتے رہے اور کہا کہ میں نے جو طویل تقریر میں بیان کرنا تھا تو نے مولانا آزاد کے حوالے سے تھی چار جملوں میں بیان کر دیا۔ بہر حال اس کے بعد قاسمی صاحب کی تقریر ہوئی۔ اچھی رات حضرت مولانا محمد عبد اللہ شیخ اللہ بیٹے جامعہ رشیدیہ کی تقریر تھی۔ میں نے اعلان کیا کہ یہ کلی ہے اور بھول ہے کہ اس پر دے کو دیکھنا جس کی ذرا دلچسپی ہو گا ہے یہ خوشہوار ہوا کہ ایک جھوٹا ہے کہ بھار جو میں پر ہوگی لوگوں پر اس کا خاص اثر ہوا اور اگلے دن پہلے دن سے زیادہ لوگ جلسے میں آئے۔ حضرت مولانا ایک خاص ہنڈ میں تقریر کرتے اور اپنے مخصوص لیے میں قرآن مجید کی تلاوت اور ترجمہ کرتے اور ایسے ہی زیادہ قاری کے اشعار

گفتگو میں مصدق سے خاص انداز میں چڑھتے کہ سنیہ والوں پر وہ جہد کی کیفیت طاری ہو جاتی اور عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ان کی یاد آتی ہے تو دل بھرتا ہے کہ کیسے کیسے لوگ تھے جن کو ہم نے دیکھا۔ ان کا چہرہ بھرنا اٹھنا بیٹھنا ہر کام سنت کے تابع تھا اگر کسی مجلس میں نصیحت ہوتی تو منع کرتے اس پر بھی کوئی اس طرح کی بات بھر کر نہ تو اسلام ملے کہ نہ کہیں سے اٹھ جاتے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا تھیں بھائی ایسے ہی تھے۔ سفر میں بیٹھ کر وہ قہقہا اپنے پاس رکھتے اگر طویل سفر کرنا ہوتا کہ راستے میں نماز کا وقت ہوتا تو اس جگہ کا ٹکٹ لیتے جہاں اکثر کہ جماعت سے فاصلہ نہ پڑتا تھیں پھر وہاں سے اگلا سفر شروع کرتے اور کوئی دلدہ یہ وصیت کی کہ میں اگر سفر میں مر جاؤں تو جہاں میری موت واقع ہو اس جگہ سڑک کے کنارے متعلقہ زمین کے مالک سے اجازت لے کر دفن کرو جاتا۔ میت کو لے لے کر بھرتا اٹھ کا فضل ہوا کہ وہ رمضان المبارک کو فوت ہوئے اور اپنے بچے علی جو رمضان میں ہی فوت ہوئے تھے کے قدموں میں ساجیہ علی دفن ہوئے والد مفتی فقیر اٹھ تھیں بیٹا مولانا محمد عبداللہ مولانا قاری لطف اللہ صاحب شہید اور مولانا صاحب اللہ اور تھیں بھانجیوں کی والدہ مرحومہ اور مولانا محمد اللہ مولانا صاحب اللہ کی چھ بیاں مولانا محمد اللہ صاحب کے بیٹے مولانا حافظہ مطیع اللہ اور دوسرے کی اعزائی قبریں ایک ساتھ ملتان روڈ قبرستان میں ہیں گویا کچھ ہائے گرانمایہ ایک جگہ زمین میں مدفون ہے۔

عبداللہ صاحب علی کے ایک ایک مردہ جن کی حضرت مفتی فقیر اٹھ سے بہت عقیدت تھی اور حضرت مفتی صاحب کے تقرب و طہارت سے بہت متاثر تھے انہوں نے وصیت کی کہ میری قبر اگر ہو سکے تو مفتی صاحب کی قبر کے قریب تر بنانا۔ غالباً سال دو چار سال بعد ان کی وفات ہوئی تو ان کی تنہائیوں پر آئی کہ مفتی صاحب کی لحد کی جانب جگہ مل گئی حالانکہ وہ بیٹاں اور کی اعزہ کی اس قبرستان میں تدفین ہوئی (مولانا قاری لطف اللہ پہلے شہید ہو گئے تھے) لیکن اس ایک مرد کیلئے یہ جگہ خالی رہی۔ میں مگن ہے کہ خاندان کے کسی فرد کو اس طرف اس لئے نہ دینی یا گیا ہو کہ اس طرح وہ مفتی صاحب کے آگے ہو جائیں گے۔ بہر حال قبر کھودی گئی اور چونکہ اس جانب لحد تھی اس میں سوراخ ہو گیا۔ پھر مرد کے گمراہوں کو مفتی صاحب کی نیکی کا طم تھا لہذا انہوں نے گورکھوں کو کہہ کر سوراخ کو بڑا کر لیا کہ مفتی صاحب کو رکھا جاسکے جب روشنی میں مفتی صاحب کا چہرہ دیکھا تو اس طرح کی بے باک شہت چہرے پر نظر آئی جس طرح کوئی سویا ہوا بچہ خواب دیکھ کر مسکراتا ہے اور یہ مصوم مسکراہٹ اس کے ماتھے سے نظر آتی ہے اس کی خیریت سنت بیٹے مولانا محمد عبداللہ کو دینی گئی تو فرمایا کہ جلدی سے اس سوراخ کو بند کرو۔ اور یہی والدہ حضرات مفتی صاحب کے ایک بڑا رنگ۔ مفتی حضرت مولانا محمد ہادییم بکراٹوئی کی قبر پر یہاں چٹوں چٹوں آبا کوں کیا وہ ماہ بعد زور کی بارش ہوئی مرحوم کی قبر بند ہو گئی جگہ پر بھائی گئی تھی قبر پانی سے بھر گئی (یہ قبر ایک شخص کے بتانے پر کہ حضرت مولانا کی وصیت تھی کہ میری قبر جامع مسجد محمودیہ کے باہر مشرق میں ایک کونے میں بھائی جائے بھائی گئی تھی اور مسجد جاتے وقت مسجد کی ڈیڑھ دو فٹ مٹی سے بھر دی گئی تھی مٹی بہت نرم ہو گئی تھی) چار آدمیوں نے احاطہ کے دو دروازوں کو بند کر کے قبر سے فاصلہ نکال کر ایک کمرے میں رکھ کر کھانا لگا دیا اور قبر کو تنگ کر کے دوبارہ تدفین کی گئی میں لاہور سے جا کر ایک شخص سے جو اس پار سے کام میں شریک تھا بی بی ختمہ کو مل کر پوچھا کہ بتاؤ کیا صورت تھی اس نے بتایا کہ مولانا صبح تہجد کے وقت وضو کر کے پاؤں دھو کر چار پانی پر بیٹھے تھے کہ انشعاج قلب کے دورے سے سوتے کھلی گئے اور غبار پر چھٹ آئی۔ فاضل کو کھانا دیا گیا تو اس چھٹ کی سرخ روی غبار پر سو جھوٹا سوزن چھڑا تھا اور میں نے ہاتھ کی انگلیوں کو چا بھرا کر دیکھا اندام کی

کی طرح نرم بھی اور سختی بھی۔ حضرت ملحق صاحب اور حضرت مولانا محمد ابراہیم دہلوی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کے شاگرد تھے اور حضرت مولانا محمد ابراہیم دہلوی تو حضرت گنگوہی کے پیرو تھے۔ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم دہلوی صاحب سے ان کی تعلیمی صفات اخذ بات کی بناء پر بہت پیار اور شفقت سے پیش آتے تھے اور قاضی مرحوم کو بھی حضرت مولانا سے اذہ عقیدت تھی اور پاسور شہید یہ کے ساتھ کے قزوین شاگرد اور مولانا قاضی لطف اللہ شہید کے بہت پیار مند تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پاکستان کیا دنیا میں بہت سے عجب واقعات پیش آتے ہیں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کے افکار و خیالات سے قیام پاکستان کے دو تین سال بعد ہر مکتب فکر کے علماء نے شدید اختلاف کیا اور اس پر کافی جھگڑا کھینچا گیا حتیٰ کہ خود جماعت اسلامی کے اندر اختلاف پیدا ہوا اور خاص تعداد بڑے لوگوں کی علیحدہ ہو گئی لیکن یہ اختلاف جماعت کے سیاسی نظریات پر تھا جو وقت کے ساتھ ساتھ بدلے رہتے تھے، ابھی کوئی کے طویل اجتماع میں بہت بحث مباحث ہو چکی کہ مولانا نے جماعت اسلامی کی امداد سے متعلق دیکھا تاہم جماعت کے ارکان کی خاصی بڑی اکثریت نے کہا کہ ہم مولانا ہی کو جماعت کا سربراہ رکھنا چاہتے ہیں بنیادی اختلاف اس امر میں تھا کہ جماعت اسلامی غیر سیرت اور اصلاح معاشرہ کا کام کرے اور سیاست میں حصہ لینا چھوڑ دے لیکن جماعت جہاں تک آگئی تھی یا مولانا اس کو جہاں تک لے آئے تھے اب اس سے ہٹنا مولانا کے پس میں نہ تھا اور ارکان بھی جذباتی تھے اس پر مولانا امین احسن اسلامی مولانا عبدالقادر حسن، حکیم عبدالرحیم اشرف، ڈاکٹر اسرار احمد اور شہداء عثمانی وغیرہ حضرات کی جماعت، جو جماعت کی "کریم" بھی جاتی تھی جماعت سے علیحدہ ہو گئی اور آج تک اس پر بہت جھگڑا چاہے کہ کھڑا کھار ہا ہے لیکن دوسری تمام دینی یا غیر سیاسی جماعتوں کو اختلاف مولانا کی ذاتی آزادی و حقیقت پر تھا یہاں اس کی بحث تفصیل حاصل ہوگی چہ چھ لکھے لوگ اس کو جانتے ہیں لیکن مولانا کا عجب رویہ تھا کہ ہر قوم پر غصہ یہ دیتے رہے کہ میرا موقف سچ ہے لیکن علماء کی شدید مخالفت کا اثر یہ ہوا کہ اپنی تفسیر اور کتب سے بعض فقرات بدل دے یا ختم کر دے اور میرے علم کے مطابق ان کا اعلان نہ کیا کہ یہ یہ عبارات اب یوں کر دی گئی ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا تھانہ بھون سے ایک رسالہ ترجیح الراجح شائع ہوا تھا کہ حضرت تھانوی کے کسی موقف یا مسئلہ سے کسی کو اختلاف ہوتا تو چاہے میرے جیسا کہ علم اور آگاہی تھا گھٹتا کہ آپ کی ملاں دانے سچ نہیں ہے اور اپنی دانے کے حقائق و دلائل دیتا تو فوراً کرتے اور اگر بات کچھ میں آ جاتی تو اس کو بدل دیتے اور اپنے مذکورہ بالا رسالے میں اس کو شائع کر دیتے اور اس کی تصدیق میں ملتا نہیں۔ انبیاء و مشہم اسلام کے علماء کو کوئی معصوم نہیں تھا کہ صحابہ نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا اور اگر امت کے کبار علماء اگر امام کا آپس میں اختلاف نکلا کہ کے شائع کیا جائے تو اس کی شاہد بنکر دوں مولانا نے نہ جانیں۔ امام اعظم نعمان بن عربت مقلب امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) امام محمد بن اور اس شافعی امام مالک بن انس امام احمد بن حنبل کے اختلاف ہی کو کیا جانے اس پر آج بھی کتنی بحثیں ہوتی ہیں اور کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور ان چار اماموں کی فقہ پر امت کا انحصار ہو چکا ہے جو مسئلہ اثر ہوگی ختم میں نہیں ملتا دوسرے مسئلہ ہے۔ ان کی اس جلالت قدر اور عظمت کے باوجود غرور انہوں نے اپنے بہت سے مسائل سے رجوع کیا ان کا پہلا موقف اور دوسرا موقف اور دوسرا مسئلہ کہ جن سے انہوں نے رجوع کیا ان پر کتب شائع ہو چکی ہیں یہ بحث بہت طویل اور کسی جڑ سے جیہ اور

حقیق عالم کا موضوع ہونا چاہیے میرے جیسے عام سہولوں پر کیا لکھ سکتا ہے۔ مولانا محمد ضیاء اللہ کی مرحوم کے حوالے سے ایک بات لکھتی تھی جس پر یہ عجیب و غریب تنقید باوجود تھی۔ مولانا مسعودی نے ایک کتاب "جام" خلافت و ملوکیت" لکھی جس میں کوہنہ اہل بہت اچھی باتیں ہیں لیکن پھر ان کا شبہ قسم خلافت راشدین کی طرف مڑ گیا ہے، جیسا کہ ایسے انداز میں قلم سے باتیں نکل گئیں جو ہر مکتب فکر کے کارہیاء کے نزدیک بہت سخت تھیں لہذا شیعہ حضرات نے اس کی پڑ پڑائی کی لیکن ایک فقرہ ان کے نزدیک بھی متنازعہ ہے جو حضرت علیؓ کے حقیق لکھا گیا۔ مولانا محمد ضیاء اللہ کی چونکہ عظیم اہل سنت کے ساتھ تعلق رکھتے بلکہ اس کے اہم مبلغین میں سے تھے اور پھر بہت مقبول خطیب تھے لہذا انہوں نے اس کتاب پر بہت شدید تنقید کی اور ان کا کوئی جملہ کوئی فقرہ اس کتاب کی مخالفت سے خالی نہ ہوتی تھی۔ اس سے عوام میں شدید بھگان پیدا ہوا۔ مولانا عظام نوٹ بھی اس بارے میں مضمین پر جمع تھے اور ایک شدید اختلاف تحریر ایک ختم نبوتؐ کے حقیق چلا آرہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا محمد ضیاء اللہ کی اس کتاب کو پکڑ کر اور دہرا کر تقریریں کیا کرتے اور کہا کرتے کہ مسعودی صاحب نے اپنے کالے میں اہل کتاب میں جو لکھا ہے ہم اس کو برداشت نہیں کر سکتے، پورے کہ پہلے اپنے مٹن اور شاید بعد والے اپنے مٹن بھی سیاہ کرنا اور ڈالنے جس پورڈ کے تھے مولانا قاسمی مرحوم نے پورے ملک میں اتنی حدود پر تقریریں کی کہ "خلافت و ملوکیت" کی اچھی خاصی جہاں پہنچی ہوئی وہاں اس کے خلاف ایک فضا بھی پیدا ہو گئی۔ ایک دن اچانک اخبارات میں بڑی خبر آئی کہ (خانقاہ احمدیہ) کے بعد اس نام کے نوجوان نے نماز پڑھ کر مولانا مسعودی سے معافی مانگی اور ایک لہجہ انکال کر دکھایا کہ ضیاء اللہ کی نے مجھے آپ کو قتل کیلئے بھیجا تھا لیکن مجھے آپ کی عقل صورت دید کہ اس خیال کو ترک کرنا پڑا اور اب میں آپ سے معافی چاہتا ہوں کہ میں اس ارادہ سے آیا۔ مولانا نے اسے معاف کر دیا اور کہا جس کسی نے بھی آپ کو بھیجا میں اسکو بھی معاف کرنا ہوں میرا پنا خیال ہے کہ یہ سارا ذرا مسرت و راحت کے جذباتی کارکوں نے مولانا محمد ضیاء اللہ کی کو پھانسنے کیلئے دیا کہ یہ شخص ایسا اعتراف کر چکا لیکن قاسمی صاحب پر مقدمہ نہ بن سکا کہ مذہبی ایف آئی آر درج کرانے تو یہ نہیں حرکت میں آئے اور میں یہ ذرا مسرت و راحت ہو گیا۔ پورے ملک میں یہ خبر پھیلی خبر میں پھر سے کی لہائی دلچسپ و دلچسپ ہو گئی تھی۔ اس کے بعد مولانا قاسمی نے لکڑی کا ایک کتا ایک لکڑی کا ڈی پھر اٹھایا اور اسکو پورے پاکستان میں دکھاتے پھرے کہ مجھے کوئی اتنے لمبے پھرے کے ساتھ نماز پڑھ کر دو گنا سجدہ اور تہجد کر کے دکھائے خالص اگر کوئی منصوبہ بنا تھا تو ایک چاقو بھی کافی تھا جو من وہانے سے فوراً نکل جاتا ہے یا پھر کوئی پستول وغیرہ ظاہر کرانے کہ ان دونوں لینڈروں یا سٹوڈنٹوں اور نہ ہی رہنماؤں کی لکڑی گمرانی بھی نہ ہوتی تھی اور نہ ہی چار دیواری میں جانے والوں کی حمایت لی جاتی تھی خاصے دونوں یہ تماشہ چھٹا رہا اور مسرت و راحت والے مولانا کے قتل پر دیواری حصار گزر رہا اور معاف کر دینے کا اہتمام دیتے رہے۔ یہ جماعتوں میں پیچھوری اور جنگی حرکتیں کرنے والے لوگ ہوتے ہیں میں ہر سو ایک آنے والے دس سالے جو غالباً نماز خلافت تھا میں سجدہ فاروق مسعودی کا ایک طریق بیان پڑھا پڑھا جو غالباً نماز خلافت تھا کہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے مولانا مسعودی سے کہا کہ برا آدمی کو اس کے حصے کے پاگل فی کرہ ہے جس۔ دس سالہ سائے نہیں منہم مکی تھا۔ ایک لیلیٰ کسی شہر کے حقیق شیعہ ہے

کہ اداؤنی اس کے قریب سے گزرا ہے تھے اور گنگو کر رہے تھے کہ اس شہر کے بوقوف مشہور ہیں ایک شخص راج چندر دت اور گنی دوار کے بیٹا لکھا، میں چادر سمیت کہ پول بڑا کرنے میں مشغول تھا اس نے یہ بات سنی تو رنجیدہ ہوا اسی طرح کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اب نہیں چیں انہوں نے اسے اس حالت میں دیکھا تو کہا کہ بیٹھا ہوا اب بھی ہیں۔

اگر میں یہ کہوں کہ مولانا قاضی مرحوم کی خطابت کا باقاعدہ آغاز میاں جنوں سی سے شروع ہوا تو یہاں تک نہیں ہوگا جیسا کہ گذرا کہ میاں جنوں صین میں نے آپ سے ایک جگہ لکھ دیا تھا میں جیسے معتقد کرانے تھے میں ان دنوں پانی بس شیڈ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں امام و خطیب تھا۔ کتبہ رشید یہ بھی چھوٹا تھا اور ایک پانی سکول حمام یمن میں پانی سکول میں بطور قاری معلم کام بھی کرتا تھا۔ دن کو ایک دو ہی بڑے چھوٹے چھوٹے ہونے پر جہاں جلسہ ہوتا سنا گیا تھا وہاں چلا جاتا تھا کوئی آجائے صحت قلمی مرقمی تھا کثرت نام کو نہ ہوتی البتہ دن کو شیڈ آتی تو بیٹے سارے کے کمرے میں خالی اوقات میں کرسی پر بیٹھا سو جاتا تو ایسے بھی میں خند کا پیار ہوں اس سکول کی انتظامیہ مسلک صابریہ خلاف قلمی انہوں نے سوچا کہ اس کا معاشی مسئلہ کم از کم سامنے لے بھی مل کر دیا کہ سکول سے قاتل پکاس رہا ہے مظاہرہ دہتا تھا لیکن یہ پھر بھی اپنی دھن کا پکا ہے اور اپنے مشن میں لگا رہتا ہے یہ بھانڈا کہ یہ سکول کے اوقات میں سوتا رہتا ہے مجھے سکول سے فارغ کر دیا حالانکہ میں کلاس تو لیتا تھا لیکن یہ تھا کہ مجلسوں میں ان کے مسلک کی کلاس قاضی صاحب لینے تھے لیکن اس کے بعد اس فلم سے آزاد ہو گیا اور کوئی پابندی نہ رہی اور الحمد للہ مسلک کا شمار اور ملانے میں مثبت کام خرچ کیا جس کا نتیجہ بہت اچھا نکلا کیا کروں لکھتے لکھتے ”دردِ معنوی کو“ والی بات ہی آ جاتی ہے۔

قاضی صاحب کے حلق اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ پاکستان آ کر پہلے کہاں قیام کیا یا اس اچھے معلوم رہے کہ لاکھ پور (اب فیصل آباد) میں ایک ملانے میں چھوٹی مسجد میں خطیب ہو گئے۔ لاکھ پور ایک انگریز کے نام پر ہے جس نے یہ آباد کیا اور اپنی قومیت کا پوری دنیا میں مفرور و مشہور ہے اور میان میں ایک بڑے بازار پر چاروں طرف کاکا گئے ہوئے ہیں اس لیے اسے گھنٹہ گھر کہتے ہیں اس جگہ سے چاروں جانب آٹھ بازار لگتے ہیں آغاز ظاہر ہے قریب قریب ہے لیکن پھر قافلہ بڑھتا جاتا ہے پکھری بازار اور دہلی بازار اور ایسے ہی چھ اور مختلف ناموں سے بازار کوئی جھنگ بازار ہوگا کوئی بھوانہ اور کوئی اور قیام پاکستان سے قبل میاں فتح اللہ مرحوم (م ۱۹۳۶ء) مرید میاں شیر محمد شرقی پورٹی نے یہاں ایک بہت بڑی جامع مسجد بنوائی لیکن یہ دیکھ لو کہ اس نے بھی اس میں حصہ لیا ہو لیکن کثیر سرمایہ مرحوم نے لگایا ہرے پاکستان میں قیام پاکستان سے قبل کی بنی ہوئی مساجد میں کہ جو کسی ایک شخص نے بنائی ہو یہ سب سے بڑی مسجد قلمی بڑی مسجد اور بھی ہیں لیکن وہ سب بادشاہوں یا ان کے مقررین کی بنائی ہوئی ہیں۔ (قیام پاکستان کے بعد اب حال ہی میں ایک مسجد جامع مسجد ابراہیم قصور کے راستے میں ملک نالے کے قریب ایک شخص نے تعمیر کی ہے جس کا دروازہ یا بال شاید انڈیا کی تمام مساجد سے بڑا ہو ۲۵۰ دروازہ افراد کی اس میں گچھا لکھ ہے اور یہ لاہور کا اب فیصلی مرکز ہے۔) اور اس جامع مسجد میں خطیب حضرت مولانا مفتی محمد رفیع تھوڑے تھے اور حضرت مولانا فضل علی شکیں پورٹی سے بیعت تھے سلطان کے چاند اور عید کے چاند کا اسی مسجد میں فیصل ہوتا سارے شہر کے عوام اسی جگہ اکٹھے ہوتے اور چاند کی رویت یا عید و رویت کا فیصلہ کر کے اعلان کیا جاتا اور سارا شہر مگر نجی کی عید گاہ میں انجمن کی اداست میں عیدین کی نماز ادا کرتا مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند

کے فاضل تھے حضرت یہاں شریعت کی ایک مزید مہمانی "غریب معرفت" نامی ایک کتاب آپ کے حالات میں شائع کی اور اس میں علامہ انور شاہ کشمیری کا شریعتی رائے اور یہاں صاحب کا آپ کو لاری کا پھونڈنے کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی ذکر ہے کہ ایک محفل میں فرمایا: عید میں چاروں دیو وجود ہیں ان میں ایک شاہ صاحب ہیں۔ لیکن نئے ایف بی میں اس ذکر کو کوٹھل کر دیا گیا ہے۔ حضرت مفتی محمد یونس صاحب قادیان پاکستان سے نقل خیر العباد میں چاندھر کے سالانہ جلسوں میں چایا کرتے اور علامے دیو بند میں آپ کا خاص مقام تھا۔ ہم لوگ اس وقت کے مالک پر کوٹھڑی میں چڑھتے اور مفتی محمد یونس کے وہاں خطیب شہر ہونے کا سختے۔ راقم نے پاکستان آنے پر سب سے پہلے بڑا شیر لاکھ پر دو کچھا گوشت شریعتی جناب سے ترک سکونت کر کے بیول لاہور آئے لیکن بالآخر کپ میں دو چار روز گزار کر وہیں سے چھٹا لاکھ کے قریب ایک چمک میں چلے گئے لاہور نہیں دیکھا۔ لاکھ پر میں کھنڈ گھر دیکھا تو اس کی عظمت سی دل میں پیدا ہوئی اور پھر لاکھ پر گزار کر آنے سے کھنڈ گھر اور اس کے آٹھوں بازاروں کا نقشہ سامنے آ جاتا۔ حضرت مولانا محمد علی چاندھری کو قنبر پر کرتے ہوئے میں ان لوگوں نے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ انیس عوام کو عوام کی بولی مولوی میں اپنی بات سمجھانے کا اندھ قحالی نے کسی قدر سلیقہ اور تھک عطا فرمایا تھا۔ ایب خاں مرحوم نے اپنے دور میں ایک آنکھیں دکھایا۔ مولانا چاندھری اسکو لاکھ پر کے کھنڈ گھر سے تشبیہ دیا کرتے کہ یہ آنکھیں ایسا ہے کہ جس جانب سے بھی دیکھو ایب خاں اپنی سامنے آتے ہیں یعنی سارے اعتبارات کا مرکز اور ایب خاں ہیں اور پھر حصار فرماتے کہ جس طرح لاکھ پر میں جس بازار سے بھی شہر میں داخل ہوں آخر کار کھنڈ گھر پہنچ جائیں گے اور ایک مثال اور دیا کرتے کہ ایک چور کسی باغ میں چوری کرنے کے لئے آیا لیکن اس کو باغ کا چوکیدار مل گیا اس نے کہا کہ اس سے ساز باز کر کے لاکھ صحر مقرر کرو اور چوکیدار سے ہوں معاملہ طے کیا کہ میں جتنے سیب توڑوں گا۔ وہ اتارے آؤ گے اور اسے پھر تمہارے صحر سے ایک میوہ اور اس کے بعد چور باغ میں گیا اور وہاں سیب توڑے ایک چوکیدار کو دے کر معاملہ سے کے مطابق پھر واپس لے لیا ایسا ہی ایب خاں نے کیا ہے کہ ایک ہاتھ آنکھیں میں عوام کو حقوق دینے اور دوسرے ہاتھ سے واپس لے گئے۔

مولانا قاضی مرحوم اپنی خطابت کے آثار میں تو حمید و منت، دروہم و بدعت اور تحفظ فتن نبوت کا کام کرتے گئے۔ مولانا غلام اللہ خاں سے تو حمید کی اشاعت مولانا قاضی لطف اللہ اور مجتہد اہل سنت سے رہنمائی کی بناء پر دفاع صحابہ کا کام اور مجلس اور اسلام اور مجلس تحفظ فتن نبوت کے زعماء سے رہنمائی کی بناء پر رد قادیانیت اور مرزائیت کو قاضی مرحوم نے زندگی بھر کا مشن بنالیا اور اس کے لیے زندگی وقف کر دی جو ان کے موقف اور انداز میں بہت نئی اور شدت، کام کی وجہ اور گہنی جی جی کھیں شام کھیں پر وگرام ہوتا اور ہوں ملک کے گوشے گوشے اور کونے کونے سے آپ کو دعوت آنے لگی اور ابتدا میں سواری کی اپنی سہولت تھی لہذا پرانی لباس، جاتوں اور سانگلوں پر سفر ہوتا صحت اچھی اور اعصاب مضبوط تھے لہذا کسی تحفظ کا کوئی احساس لئے بغیر کام کرتے رہے۔ آخری عمر میں طبیعت میں اعتدال اور انداز طبیعت ہو گیا تھا۔

ایب خاں مرحوم کے دور میں آپ کے استاد حضرت مفتی محمود لدی ڈی نظام میں ایم اے اور مولانا غلام غوث بزرگ لدی ایم اے منتخب ہوئے۔ ان دنوں مولوی فتنہ کر کے وہاں چننا دیا گیا تھا اور جمیعت علماء اسلام کا سیاست میں بہت واضح کردار تھا

مولانا غلام غوث بزاروی کی قیام پاکستان سے قبل مجلس احرار اسلام میں کام کر رہے تھے اور ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کا نمایاں کردار تھا لیکن اس کے بعد جمیعت علماء اسلام حضرت مولانا محمد علی قادری کی امداد اور حضرت مفتی محمود کی نگہداشت میں خاصی فعال ہو گئی تو قاضی صاحب اپنے استاد حضرت مفتی محمود کی وجہ سے جمیعت علماء اسلام میں بھی فعال حصہ لینے لگے لیکن سیاسی طور پر آپ نمایاں نہیں ہوئے آپ کا اصل موضوع توحید و سنت ہی رہا لیکن سیاست میں حصہ لینے رہے اور مفتی محمود جب سرحد کے وزیر اعلیٰ بنے تو چچا اور میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا تو قاضی صاحب بیچ پر نمایاں ترین فرد کے طور پر کام کر رہے تھے۔ لیکن سیاست میں آپ اس طرح چل نہ سکے کہ ہر شخص کا خصوصی میدان ایک ہی ہوتا ہے۔ جامع الصغائر اشخاص بہت کم ہوتے ہیں لیکن جیسا کہ شروع ہی میں کسی جگہ لکھا چکا ہوں گذشتہ صدی کے نصف اول کے بڑے علماء اور علماء اکبر و بیشتر جامع الصغائر تھے۔ تاہم آپ اب ملک میں نمایاں سربراہ اور وہ اشخاص میں شامل ہو گئے بعد میں مفتی محمود اور مولانا غلام غوث میں اختلاف ہو گیا اور قاضی صاحب نے اپنے استاد کی بجائے مولانا غلام غوث کا ساتھ دیا۔ لیکن ایک بات کہنا ضروری ہے کہ بخیر معلوم نے جب اب چچا سے علیحدہ ہو کر چیٹل پارٹی بنائی تو اس کا نفرد اسلام چارویں۔ سو شلزم چارویں مصیبت، اردنی کپڑا اور مکان چارویں سیاست تھا اور زیادہ زور دینی کپڑا اور مکان پر تھا تو اس پر ملک کے علماء نے سو شلزم کو کفر قرار دیا اور میں نے یہاں لاہور میں ایک اجتماع دیکھا جس میں چار افراد یا علماء کے نام نمایاں تھے۔ مولانا عبدالرحمن اشرفی اور مولانا کوثر بیگانی کا نام مجھے یاد ہے لیکن مفتی محمود اور مولانا غلام غوث بزاروی نے بھنو کی اس تحریک کی مخالفت نہ کی بلکہ مفتی محمود نے بھنو کے دفاع میں ایک زبردست بیان دیا جس کو انبیاءات نے بڑی کوریج دی اور آغا شورش کشمیری نے مفتی محمود کو زبردست فرامیٹت ادا کیا اور کہا کہ ہم اس وقت جبکہ تمام نام نہاد علماء سو شلزم اور بھنو کے خلاف ہو گئے ہیں اپنے بھائی مفتی محمود کا شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے سرمایہ داری کے مخالف علماء کا ساتھ دیا اور بھنو کی حمایت کی (مفہوم) مفتی محمود نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ بھنو کے سو شلزم پر اس لئے ہمارے ملک کے سب لوگ کیا علماء کیا سرمایہ دار و جاگیردار برہمن ہیں کہ بھنو کے حقوق کا نفرد لگایا ہے ہم نے بیٹے فریبوں کا ساتھ دیا اور انگریز کے چور و سرمایہ دار زمیندار اور جاگیرداروں کی مخالفت کی ہے بھنو کی حمایت کرتے ہیں۔ ایک اعتراض میں کہا کہ اگر کوئی شخص بارکس اور لینن کے نظریے کو اسلامی سو شلزم سے تعبیر کرتا ہے تو وہ اسلامی تعلیمات کی تکذیب کرتا ہے اور اگر اسلامی سو شلزم کا نام لیتا ہے تو یہ شخص کافر تو قرار نہیں دیا جا سکتا البتہ تعبیر کی غلطی کا شکار ضرور ہے کیونکہ اسلام تعبیرات اور اصلاحات میں بھی خود تکمیل ہے اور کسی غیر ملکی اصطلاح کا محتاج نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آغا شورش جب اب خان کی قید سے رہا ہوئے اور چنان کا ڈانگر لیٹن جمال ہونے پر آغا مرحوم نے ۲۰۰۵ء سائبر چٹان کا ختم شہرہ لگا تو اس میں ذوالفقار بھنو کی سب سے نمایاں پور سے قد کی تصویر تھی۔ ملک و ملت ہو گیا لیٹن خان کے خلاف لوگ سڑکوں پر نکل آئے بھنو کی چیٹل پارٹی کو مغربی پاکستان میں بہت واضح اکثریت کی تھی اور اسی وجہ سے بھنو صاحب چاہتے تھے کہ مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان دونوں کی کنفیڈریشن جو یعنی حبیب الرحمن پور سے ملک کا وزیر اعظم نہ بنے کہ انکی پارٹی کو ودی اکثریت تھی اور پھر مغربی پاکستان سے جواب پھر صوبوں میں متقسم قحاصرہ اور بلوچستان میں جمیعت علماء اسلام اور عوامی پھل پارٹی (عبدالولی خان کی پارٹی) کا سیاب ہوئی تھی اور یہ لوگ حبیب الرحمن کا ساتھ دے رہے اور پاکستان کو متحد رکھتے

کے حامی تھے لیکن خونی اقتدار سے ناخواب اور سندھ سے بھٹو کو بہت بھاری اکثریت مل چکی تھی لہذا بھٹو کی خواہش ہوئی کہ سکونیاں مقام حاصل ہو عیب الرحمن کہتے تھے کہ اسمبلی کے اجلاس میں فیصلہ کریں گے۔ آپ محمود الرحمن کی پیش روپرت سے سب کچھ میاں ہو گیا ہے ملک کیوں اور کیسے نوازا۔ ملک دولت ہوئے پر پہلے بھٹو سولی مار ڈال لایا منسٹر بنے پھر صدر اور اس کے بعد وزیراعظم اور سرحد و بلوچستان میں جمعیت علماء اسلام کے تعاون سے وزارت فنی تھی۔ مفتی محمود مرحوم مہدالوی خان کے ساتھ مل کر وزارت بنانا چاہتے تھے لیکن مولانا غلام نوح ہزاروی عبدالقیوم خان کے تعاون سے سب کام کرنا چاہتے تھے اور مہدالقیوم خان بنے ایک سادہ کاغذ پر دستخط کر کے دے ہوئے تھے کہ جو شرائط چاہے گھر میں آپ کے ساتھ تعاون کرتا ہوں مفتی محمود کی سیاسی بصیرت یہ کتنی تھی کہ مہدالقیوم خان اقتدار کے سامنے جھکتا اور اقتدار طے تو آمرانہ ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں مولانا غلام نوح، مہدالوی خان کے دے ہوئے سے یہاں ہوئے کہ انتخابات میں عورتیں ووٹ نہیں ڈالیں گی لیکن قومی انتخابات ہوئے تو جمعیت کو واضح اکثریت حاصل ہوئی اگر اسی معاہدے کے مطابق صوبائی انتخابات ہوتے تو آئینہ وزارت جاسکتے۔ سرحد میں کونچین وزارت بننا تھی اور بلوچستان میں ان کی پارٹی کی اکثریت تھی وہاں ضرورت نہ تھی۔ مفتی محمود کا خیال تھا کہ اگر مہدالوی خان کیساتھ معاہدہ ہوتا ہے تو دونوں صوبوں میں وزارت میں حصہ دیتا ہے لیکن مہدالقیوم کے ساتھ صرف سرحد میں اور مہدالقیوم خان کی فطرت سے بھی واقف تھے اس مسئلے میں اختلاف ہو گیا اور یوں ایک دوسرے کی جدائی عمل میں آ گئی مفتی محمود سرحد کے وزیر اعلیٰ بن گئے۔ اور مہدالوی خان کی پارٹی کے گورنر بلوچستان میں وزارت، دگورزی، دونوں پینشل عوامی پارٹی کی تھیں کہ میر غلام نوح بڑا نیکو گورنر اور عطاء اللہ بیسنگل وزیر اعلیٰ بنے۔ اس کے بعد بھٹو نے مہدالقیوم خان کو وزیر داخلہ بنالیا اور دونوں شاطریا سندان یا جس میں مل گئے بھٹو کو اقتدار میں خزانہ یاد اور اس نے ایک بہانہ بنا کر بلوچستان کے گورنر کو سبکدوش کر دیا اگلے ہی لمحے مفتی محمود نے وزارت اعلیٰ سے استعفیٰ دے دیا کہ بھٹو نے بہت لالچ دیا لیکن مفتی محمود نے کہا کہ ہم اپنے حلیف کا ساتھ دیں گے اور آپ کا یہ اقدام درست نہیں ہم وزارتوں کے جوہر کے نہیں اصول پسند لوگ ہیں۔ بھٹو نے مولانا کوڑی نزاری کو پہلے شیر اطلاعات بھر دیا اور وزیر اطلاعات بنا دیا۔ چار مہینے خط فرما چکے ہیں کہ بھٹو کے مشورے کے خلاف خونی کے ٹھکر اور وفا کی کوڑ مرحوم تھے۔ لیکن بعد میں شینڈل پارٹی میں شامل ہو گئے اور نیچے خان کی حکومت نے گرفتار کر لیا اور کوڑ نزاری شینڈل میں تھے کہ وہاں کے انتخابات ہوئے اور مرحوم نے شینڈل ہی سے شینڈل پارٹی کے ٹکٹ پر سیالکوٹ سے انتخاب لڑا اور سمرانی پاکستان میں یا شاہ بابا میں سب سے زیادہ ووٹ گئے اور لاہور میں جمعیت علماء اسلام کی آئین شریعت کا ٹکڑا میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”آپ خوش قسمت ہیں آپ اس جگہ سے قتل نہ کئے ہیں جو بدو واحد سے ملنا تھا امید ان کہ باور بھر والا کوٹ پہنچا آپ کے ساتھ ساتھ حضرت دروغا سی ہیں جن کی بات اللہ تعالیٰ کے حضور بہت بڑا سچہ نہ کھتی ہے آپ لوگ مفتی محمود کی رکاب تھامے ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے نواسے کی قیمت بھی وصول نہیں کی بلکہ وہ محمود کی سوسائٹ کے بہت کو پاش پاش کر دیا ہے (لہذا وہ بے خبر رہا اور ۱۹ اگست ۱۹۷۹ء) بات سے بات مفتی چلتی آتی ہے کوڑ نزاری مرحوم بہت ذہین ذریعہ تھے حالانکہ ٹھکر سنا تو ملی یا لاہور سے کرنے کے بعد جماعت اسلامی میں شریک ہو گئے اور مولانا سہروردی کے خالص مقررین اور معتقد علیہ افراد سے تھے اگر یہ کہا جائے کہ سید سہروردی



نے انھیں اوروں سے زیادہ مزید دیکھا تو دلدادہ ہو گا مولانا نعیم صدیقی اور کوثر مرحوم کی جوڑی مشہور تھی لیکن جماعت اسلامی سے جڑے لوگ نکل گئے آخر میں مولانا نعیم صدیقی نکلے اور اب سن یا دیکھیں ساتھ کے فخر سے میں کوثر نیازی نکل گئے اور اپنے پرہے "شہاب" میں بہت کچھ جماعت کے خلاف لکھا اور ایک کتاب لکھی جس میں اپنی جماعت کو خطاب تھا اور میرے خیال میں جن لوگوں نے سید ہودوی کے خلاف لکھا ان میں سب سے عام فہم کتاب مولانا کوثر نیازی کی ہے۔ بات طویل سے طویل تر ہودوی ہے ہینڈل پارٹی کی حکومت کے خلاف جو کھانا خاں کے سربراہ مفتی محمود نے اور جب بھٹو صاحب مذاکرات پر آمادہ ہوئے تو ہینڈل پارٹی کی جانب سے جو تین آدمی ان مذاکرات میں شریک تھے وہ بھٹو۔ کوثر نیازی اور سید زاہد عبدالحق تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی جانب سے مفتی محمود کو اب ذرا دھڑکنا تھا خاں اور پروفیسر فقیر احمد تھے اس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ بھٹو مرحوم کوثر نیازی مرحوم کی رہنمائی پر کتنا متاثر تھا۔ گودھڑی سطور میں کوثر نیازی مرحوم کا زمین شریعت کا نظریں میں مفتی محمود کوثر نیازی عقیدت نکل گیا تھا لیکن خیاں بھٹو مرحوم نے جب نوے دن کے اندر انتخابات کرانے کا اعلان کیا تو لاہور نامہ سرا میں میں حضرت بھٹو (اور خاں) نے نظریہ بھی اس میں موجود تھیں اس میں کوثر مرحوم نے انتخابی تقریر کی جو اگرچہ انتخابی تقریر کے لحاظ سے بہت معمولی تھی لیکن اب مفتی محمود سوجات کے مندرجہ اعلیٰ جانے والے محمود کی جگہ پر جو جہان کعبہ کو اعلیٰ جانے کیلئے آیا تھا (اس کے سب سے بڑے آگاہی جو سفید رنگ کا تھا اور اس کا نام محمود تھا اور محمود بن گئے تھے۔ کوثر مرحوم سے میرا تعلق ۶۳ سے تھا) میرا ایک مکتوب حرمین سے لکھا ہوا اہل سنت و جماعت میں شائع ہوا تھا اور آخری وقت تک یہ۔

وزارت اعلیٰ بنانے میں کو کس سے مل کر بنائی جائے اس میں جیسا کہ ذکر ہوا مولانا غلام محسن مفتی محمود سے اختلاف ہوا مولانا غلام محسن کی ترجیح عبدالحق خاں تھے لیکن عبدالحق خاں نے بھٹو صاحب سے مل کر مشرقی پاکستان کے بارے میں جو کردار ادا کیا وہ انتہائی شرمناک تھا اور یہ صاحب وہ تھے کہ جنہوں نے ایب خاں کے بارشل لاء سے پہلے پینٹیس میل کا ہلوس نکالا اور سوچی اور رائے میں جلسہ کر کے زبردست تقریر کی وہ زبردست مقرر و خطیب تھے میں نے یہ تقریر سنی کہ راقم ان دنوں اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالحق خاں پر اپنی کی خدمت میں لاہور آیا ہوا تھا تقریریں سننے کا چاہا اور جبکہ تھا تقریر سن کر حضرت کی قیادت پر جو گورنر ہاؤس کے شمالی کیمپ کے ساتھ جاتی مہمانین کی رہائش گاہ پر چلی گئے تو پینٹیس میل کا کام کی روز بھاگ دیکھی اندازہ ہوا کہ یہ عبدالحق خاں کی گرفتاری کیلئے ہے اور شیخ اخبارات میں خبر آئی کہ قیوم خاں کو گرفتار کر لیا گیا ہے پینٹیس میل کا طویل ہلوس نکال کر سوچی اور رائے میں حکومت کے خلاف زبردست تقریر کی تاہم گرفتاری کے چند دن بعد کاٹھ کے چھوڑنے کے پرزے پر آنکھوں کی نیازی یا کسی اور بھانے سے معافی مانگ کر ٹیبل سے نکل آئے۔ قیوم پاکستان سے نکل کا ٹرین میں تھے ہوا کارخانہ کو کچھ کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور قیوم پاکستان کے بعد جب گورنر جنرل محمد علی جناح کے حکم سے ڈاکٹر خاں (مہدلوئی خاں کے تاج) کی حکومت سرحد سے ختم کی گئی تو سرحد کے وزیر اعلیٰ بن گئے کا قلم نعیم کی چٹا اور آدھی اور عبدالحق خاں سے ملاقات تھی لیکن ان صاحب نے زہر گھولا کہ اگر یہ ملاقات ہو گئی اور انہماک تعلیم ہو گئی تو میں مارا جاؤں گا کہ بھٹو اس خدائی خدنگاروں پر کوئی چارہ کچھ اسوں افراد مار دیے تھے اور جنرل کے اس میں لیاقت ملی خاں کا مشورہ بھی شامل تھا کہ ایک موقع پر جب لیاقت علی مرحوم سے پوچھا گیا کہ

نے انھیں اوروں سے زیادہ مزید دیکھا تو دلدادہ ہو گا مولانا نعیم صدیقی اور کوثر مرحوم کی جوڑی مشہور تھی لیکن جماعت اسلامی سے جڑے لوگ نکل گئے آخر میں مولانا نعیم صدیقی نکلے اور اب سن یا دیکھیں ساتھ کے فخر سے میں کوثر نیازی نکل گئے اور اپنے پرہے "شہاب" میں بہت کچھ جماعت کے خلاف لکھا اور ایک کتاب لکھی جس میں اپنی جماعت کو خطاب تھا اور میرے خیال میں جن لوگوں نے سید ہودوی کے خلاف لکھا ان میں سب سے عام فہم کتاب مولانا کوثر نیازی کی ہے۔ بات طویل سے طویل تر ہودوی ہے ہینڈل پارٹی کی حکومت کے خلاف جو کھانا خاں کے سربراہ مفتی محمود نے اور جب بھٹو صاحب مذاکرات پر آمادہ ہوئے تو ہینڈل پارٹی کی جانب سے جو تین آدمی ان مذاکرات میں شریک تھے وہ بھٹو۔ کوثر نیازی اور سید زاہد عبدالحق تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی جانب سے مفتی محمود کو اب ذرا دھڑکنا تھا خاں اور پروفیسر فقیر احمد تھے اس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ بھٹو مرحوم کوثر نیازی مرحوم کی رہنمائی پر کتنا متاثر تھا۔ گودھڑی طور میں کوثر نیازی مرحوم کا زمین شریعت کا نظریں میں مفتی محمود کوثر نیازی عقیدت نکل گیا تھا لیکن خیاں بھٹو مرحوم نے جب نوے دن کے اندر انتخابات کرانے کا اعلان کیا تو لاہور نامہ سرا میں میں حضرت بھٹو (اور خاں) نے نظریہ بھی اس میں موجود تھیں اس میں کوثر مرحوم نے انتخابی تقریر کی جو اگرچہ انتخابی تقریر کے لحاظ سے بہت معمولی تھی لیکن اب مفتی محمود سوجات کے مندرجہ اعلیٰ جانے والے محمود کی جگہ پر جو جگہ خان کعبہ کو اعلیٰ جانے کیلئے آیا تھا (اس کے سب سے بڑے آگاہی جو سفید رنگ کا تھا اور اس کا نام محمود تھا اور محمود بن گئے تھے۔ کوثر مرحوم سے میرا تعلق ۶۳ سے تھا) میرا ایک مکتوب حرمین سے لکھا ہوا اہل سنت و جماعت میں شائع ہوا تھا اور آخری وقت تک یہ۔

وزارت اعلیٰ بنانے میں کو کس سے مل کر بنائی جائے اس میں جیسا کہ ذکر ہوا مولانا غلام محسن مفتی محمود سے اختلاف ہوا مولانا غلام محسن کی ترجیح عبدالحق خاں تھے لیکن عبدالحق خاں نے بھٹو صاحب سے مل کر مشرقی پاکستان کے بارے میں جو کردار ادا کیا وہ انتہائی شرمناک تھا اور یہ صاحب وہ تھے کہ جنہوں نے ایب خاں کے بارشل لاء سے پہلے پینتیس میل کا جلیس لکھا اور سوچی اور رائے میں جلسہ کر کے زبردست تقریر کی وہ زبردست مقرر و خطیب تھے میں نے یہ تقریر سنی کہ راقم ان دنوں اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالحق خاں پر اپنی کی خدمت میں لاہور آیا ہوا تھا تقریریں سننے کا چاہا اور جبکہ تھا تقریر سن کر حضرت کی قیادت پر جو گورنر ہاؤس کے شمالی کیمپ کے ساتھ جاتی مہمانین کی رہائش گاہ پر چلی گئے تو پچیس دیکام کی روز بھاگ دیکھی اندازہ ہوا کہ یہ عبدالحق خاں کی گرفتاری کیلئے ہے اور صحیح اخبارات میں خبر آئی کہ قیوم خاں کو گرفتار کر لیا گیا ہے پینتیس میل کا طویل جلیس نکال کر موٹی دور رائے میں حکومت کے خلاف زبردست تقریر کی تاہم گرفتاری کے چند دن بعد کاٹھ کے چھوٹے کے پرزے پر آنکھوں کی نیازی یا کسی اور بھانے سے معافی مانگ کر ٹیبل سے نکل آئے۔ قیوم پاکستان سے قتل کا ٹھہر میں تھے ہوا کارخانہ کو کچھ کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور قیوم پاکستان کے بعد جب گورنر جنرل محمد علی جناح کے حکم سے ڈاکٹر خاں (مہدلوئی خاں کے تاج) کی حکومت سرحد سے ختم کی گئی تو سرحد کے وزیر اعلیٰ بن گئے کا قلم نعیم کی چٹا اور آدھی اور عبدالحق خاں سے ملاقات طے تھی لیکن ان صاحب نے زہر گھولا کہ اگر یہ ملاقات ہوگی اور انہماک تعلیم ہوگی تو میں مارا جاؤں گا کہ بھڑا اس خدائی خدنگاروں پر کوئی چارہ کچھ اسوں افراد مار دیے تھے اور جنرل کے اس میں لیاقت ملی خاں کا مشورہ بھی شامل تھا کہ ایک موقع پر جب لیاقت علی مرحوم سے پوچھا گیا کہ





ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ فاعلموا ان ذلک لعن بشاء ہے لک اللہ نہیں بخشتی کسی کو اور کفار چاہی کو بیٹے چاہے۔ (آیت ۴۰ نمبر ۴)

اس ایک دوسری آیت پر سمجھئے:-

انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنة و ما ولیہ النار (ماکہ آیت ۷۷) بے شک جس نے اللہ کیساتھ شریک ضمیر لایقیناس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے..... شرک جلی کرتے اللہ کا باقی ہے اور باقی کی سزا یہ ہے کہ اس کے سوا سہا مال عبادت کر دیے جائیں۔

و جہاں اللہ تعالیٰ کو پھوڑ کر مٹا برت دے گی پرستش کرتا اور ان کی نذر دہشت گردانہ کے نام سے دینے والوں سے مراد یہی مانگتا ہے۔ پھر قرآن مجید کو پڑھ جائیے تمام انبیاء و رسول صلعم اسلام کی بعثت کا مقصد لوحی الیہ اللہ لا الہ الا اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دینی کی کہ چھک اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اللہ (عبادت کے لائق) نہیں۔ جس میری عبادت کرو۔

یہی چیز قادی مرحوم کو اپنے شیخ سے ورٹے میں ملی تھی اور خوب کھل کر بیان کرتے اور کسی کا ذرا خوف نہ ہوتا کہ والدہ صیانیہ کے جری شیخ کے مرید خواجہ الاسلام حضرت ذی کے مرید اور امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری کے خوش مجلس تھے۔ تمام پاکستان کے فوراً بعد فیصل آباد میں مجلس احمد اسلام نے کانفرنس کی جس میں سید عطا اللہ شاہ اور آغا شورش کی تقریروں نے آگ لگا دی تھی قادی مرحوم اس جلسے میں سرگرمی اور دیوانگی کر شریک ہوئے جبکہ ان کا یہ بھی تھا خواجہ شمس الدین اور حضرت مفتی محمود سے حدیث و قرآن کا فیض حاصل کیا۔ اور مولانا غلام غوث ایسے سرگرمیوں کی صحبت و رفاقت میں وقت گزارا اس کو کسی سے کیا خوف ہو سکتا تھا۔ اس آفری وقت میں سپاہ صحابہ قائم کرنے والے سرمدی مولانا حق نواز اٹھنگوی شہید کی جماعت کے سرپرست تھے جس کی بنا پر پاکستان کے مقتدر حضرات سے ملنے اور گفتگو کرنے کا بار با اتفاق ہوا تو ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر برائی کی سچ بات چیت ہوتی اور میاں نواز شریف سابق وزیر اعظم کے دور میں ان سے ملاقات میں تو ان کے قتل و قحمت اور من سرابا کا مذاق اڑاتے ہوئے بات کرتے۔ آخری عمر میں حراج میں زیادہ عقل اور وقار آ گیا تھا لیکن جتنی کونسل کے ممبر تھے اور ہوں ملک کی مذہبی مثبت جماعتوں کے سربراہوں سے بار بار ملنے کا موقع ملا اپنے موقف کو بڑی جرأت سے پیش کیا اور قائد اعظم صاحبزادوں سے خوب کام لیا کہ اپنے آفری دور میں اوپر کی سچ کے حضرات سے تعلق رہا۔ سردار احمد پانی مرحوم پانی حکیم اہل ملت کی حکمت و تدبیر سید عطا اللہ شاہ بخاری اور خطیب پاکستان قاضی احسان اور شمس آبادی کی جرأت و شجاعت کہ بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا میں بزم میں بہ بزم میں ایسے مقام پر پہنچ گئے کہ جہاں دنیا بچا غفر آتی اور موت سامنے کھائی دیتی ہے۔

اس آفری عمر میں انھیں یہ بہت احساس تھا کہ کسی اصلاحی کیفیت کے مرد صالح کے ساتھ تعلق پیدا ہونا چاہئے گذشتہ سے چار سال برطانیہ میں جاری چند ملاقاتیں رہیں ایک ملاقات میں کہا کہ میرا بیٹے کا تعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ سے تھا لیکن انھوں نے کہ وہ میری بیٹی میں سال کی عمر میں رحلت فرما گئے میں اب عموں کرتا ہوں کہ کسی شیخ سے تعلق پیدا کروں کہ دنیا میں بہت کچھ دیکھا میں نے عرض کیا کہ بیٹے اور بیٹے آپ کی بہت اونچی ہے ضابطہ کا تعلق تو دوسرا ہے لیکن رابطہ

حضرت سید نہیں! یعنی مدخلہ سے پیدا کر لیں۔ اور میں نے حضرت سید نہیں! یعنی مدخلہ سے یہ عرض بھی کر دیا کہ قاضی صاحب سے میری یہ بات بیعت ہوئی گزشتہ سال کے شروع میں مکتبہ رشید یہ تقریباً لائے کہ قاضی صاحب کی قاضی کی بیعت سے فارغ ہو کر حضور ا سے ایسی فیصل آ پا جا رہے تھے راستہ میں تھا پھر برطانیہ والی بات دہرائی میں نے بھی وہی بات عرض کی کہ مالٹو سٹریٹ، میں نے اپنا مشورہ عرض کر دیا تھا اور حضرت شاہ صاحب مدخلہ سے بھی میں نے آپ کی خواہش اور اپنے مشورے کا ذکر کر دیا تھا اب قاضی صاحب نے کہا ہے اور گزشتہ شعبان میں آپ نے ان سے رابطہ پیدا کر لیا اور مجھے اس بات کا یوں علم ہوا جیسا کہ ذکر ہوا جب قاضی مرحوم کا انتقال ہوا اور میں نے شاہ صاحب سے فون پر پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ تقریباً ایک گھنٹہ قبل ان کے صاحبزادے مولانا زبیر محمود قاضی کا فون آیا تھا انہوں نے حادثے کی اطلاع دی اور کہا کہ میں فیصل آباد آؤں میرا علی الصبح نکلے گا خیال ہے۔ اور نماز جنازہ کا اعلان کرتے یہ اعلان ہوا کہ قاضی مرحوم کے شیخ حضرت سید نہیں! یعنی مدخلہ نماز جنازہ چھ عا میں گے کہ اس شعبان میں انہوں نے سید صاحب سے بیعت کر لی تھی۔

گزشتہ سال ۱۸ اکتوبر کو چلندہ المنصور میں خطاب سے پہلے ان سے میری ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کہ دوست احباب کہتے ہیں کہ اپنی یادداشتیں قلم بند کر لیجیں میں سوچتا ہوں کہ اس میں کچھ غبار میں بھی ہوں گی۔ میں نے عرض کیا یہ کام ضرور ہونا چاہیے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر جی بات لکھی جائے اس پر ضرور ہے کہ جو بات نکھو اور ضروری ہو کہنے لگے تمہاری یہ بات درست ہے لکھو شروع کرتا ہوں اور تجھے دکھاؤں گا جو چاہے قلم زد کر دیتا۔ معلوم نہیں تھا کہ ان سے میری یہ آخری ملاقات ہے اور مجھے ان کے حلق اپنی یادداشتیں قلم بند کرنا پڑیں گی اور وہ ہم سے اور بہت دور چلے جائیں گے کہ ہاں جا کر ان ملاقات ہو سکے گی۔

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے

کیا خوب، قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

ایک جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قل انما انا بشر مطلق یوحی الی انما (اے نبی!) ان سے کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں

الکھکم اللہ واحد (سورۃ الکہف آخر) (ہاں کا فرق ہے) میری طرف دینی کی جانتی ہے کہ سو اس کے نہیں ہے کہ تمہارا اللہ ایک ہی اللہ ہے۔

اب اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مشورہ صفات کی کسی قدر وضاحت ہے کہ گوشت پرست کا انسان ہونے اور اللہ آدم ہونے میں تو میں تم جیسا ہوں اور پھر فرمایا کہ ہاں مجھے اللہ نے اس کام کے لیے بھی لیا کہ تم کو (صاف صاف بتاؤں) کہ تمہارا اللہ ایک ہی اللہ ہے اسکی عبادت کرنا بھی اور کی نہیں۔ میں ابتدا میں یہاں چلوں میں تمہیں ہوا ایک مولوی صاحب آئے انہوں نے یہ آیت چڑھ کر کہا کہ لوگ اس سے بڑھتے ہیں کہ میں اس میں تو یہ کہا گیا ہے کہ اے نبی! تو کہ۔ ہمیں تو نہیں کہا گیا کہ ہم بھی کہیں سنو اور غور سے سنو اور ان وہابیوں لگائی وہابیوں کو جواب دو کہ باپ اپنے بیٹے کو کہتا ہے کہ تو اپنی والدہ کو ماں کہ اب اگر بیٹا مطالبہ کرے کہ لہائی آپ بھی والدہ کہیں تو کیا درست ہو گا ہرگز نہیں شوہر اگر بیوی کو والدہ کہے کہ قرآن مجید چھو کر اسکا کیا قسم ہے



نیکو کا پے کندھے پر تھا کہ عراق پر سوار کر لیا اور ایک مائی کا بیٹا فوت ہو گیا تو اس کے رونے دھونے پر بچے نے عزرا نکل کر آ کر سنان پر جاتے ہوئے بکھڑ کیا اور ان سے قہیلا بھین کر ان کے دامن سے دو جامہ روغن میں غلی کو دھو کر غسل کر کے بیکار ہے تھے وہ وہاں پر زعمہ ہو گئے ان میں اس مائی کا بیٹا بھی تھا عزرا نکلنے لگا تو انھوں نے کہا کہ فلاں کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیکار اور تو نہیں کیا عزرا نکلنے لگا تو انھیں اور بیکار نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے کہا فلاں ہے (کس کا فلاں نے ادا کیا) کہیں یہ نہیں کہہ پا کہ وہاں وہ (میں پر کسی کی روح قبض کرنے نہ آیا یہ خوش طبعی یا عرفیت اور لطیفے نہیں ہیں کہ ان میں کبھی جاتی اور دھنوں میں جان کی جاتی ہے۔ میاں جنوں ہی میں ایک فیروز پروردہ کے شہزادہ خطابت نے کہا کہ قرآن پاک سے کیا دعویٰ ثابت ہو اور من جملہ دلائل کیلئے قرآن پاک کی وہ آیتیں پڑھیں

والسجود و الہلال عشر مہرے محبوب مجھے قسم ہے میری اور میں راتوں کی۔ دن۔ راتوں اور رات کیا دعویٰ کیا ہے اور دعا ہے (عسف) کیا وہ سارے عسف کو کہہ کر رہے تھے (عسف علیہ السلام کا خواب اور نیکو قرآن مجید ثابت کر رہا ہے) اب جہان اللہ کیا دلائل ہیں قرآن پاک جو سات صد برس حضرت شیخ جیلانی سے پہلے نازل ہوا اس میں شیخ کی کیا دعویٰ کا ذکر ہے اور اپنی معراج کی رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کونوں پر بٹھاتے ثابت کیا جاتا ہے۔ یہ اپنی آنکھوں پر دھمی ہوئی اور کانوں میں ہوتی باتیں ہیں۔ قاضی مرحوم اس طرح کی باتوں کا ذکر اور وہام کی اصلاح کرتے تھے۔ اسی لیے یہ انہونی کہتیاں بیان کر رہے ہیں۔ ہمارے استاد حضرت مولانا محمد عبداللہ دہر کوئی فرمایا کرتے تھے کہ پیشہ اور اہل حدیث کوئی انہونی بات نہ کریں عوام کو جس شخص کی آذنی سے تقریر قبول نہیں ملتی

ذاتی طور پر کسی کے حامد ہوتے اور ہر شخص میں بکواسیوب ہوتے ہیں لیکن یہی بات یہ ہے کہ میں نے قاضی صاحب کو کھان کا مجموعہ دیکھا اور بہت کم لوگوں کو ان کا حامد دیکھا۔ ان کے اندر انھیں کے سب لوگ حاکم تھے اس طرح بات کو سمجھتے کہ دل میں اتنی جاتی۔ بھابھ کے قصوں اور یہ بات میں بے شمار لوگ ان کی تقریریں سن کر متاثر ہوئے اور اپنے خیالات سے توجہ کی۔ گئی لپٹی رکھے بغیر بات کرتے تھے غرض انھیں میں مل چکا کہ ان کو قابل کاشت تھاپا اور خاص دھت کی برکت سے اپنی زندگی ہی میں اس کا نتیجہ دیکھا۔ دوسروں کی بات کو بہت غور سے سنتے پھر چھوٹا سا جامع جواب دیتے ویسے شروع ہی سے عام کھانوں میں گفتگو کرتے تھے اپنے غرض باش اور بے تکلف دوستوں میں اسی مذاق کرتے اور لاکھ لاکھ غرائف سنتے جاتے تھے مگر کبھی ایسی مجلس میں جانے اور بیٹھنے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا۔ جس زمانے میں ہماری آہٹیں میں آٹھائی ہوئی میری عمر اس وقت بائیس سال اور ان کی عبادت سال ہوئی اور یہ میری فطری طور پر اتنی سادگی اور سنجیدگی کی نہیں ہوتی لیکن ان دنوں ہم دونوں کو یہ عین اور گن گنی کہ زیادہ سے زیادہ جیلے ہوں سفر۔ تقریر یا پھر جیلے والوں کا جہوم ہوتا تھا البتہ تقریر میں خوب کھلے اور جیلوں پر خوب برستے۔ میاں جنوں میں میرے قیام کے دوران میں دو بھٹی بریلوی گفتگو ہوئی تھی۔ انھوں نے ان سے وقت لے لیا مجھے طم تھا کہ ان حالات میں ان کی تقریر بہت ہمارا نہ ہوگی میاں جنوں کا شاید ہی کوئی جلسہ ہوگا کہ جس کا میں دعویٰ نہیں تھا لیکن اس جیلے اور تقریر کی میں نے حفاظت کی کہ اس سے ایک طویل سلسلہ ہمارا حالوں کا شروع ہو جائے گا اور میں نے جلسہ کے قریب ایک چھت پر بیٹھ کر تقریر کرنی ویسے وہ تقریر بہت



چاندرا دلچسپ اور حجاز و طرانت سے لبرج تھی جس پر حریف حضرات نے بھی داد دی اور یہ کہا کہ یہ خطیب اور داعی بھاری مصلوں میں ہوتا تو ہم کبھی کسی سے مرعوب نہ ہوتے۔ میرا استدلال یہ تھا کہ آج ہم ایسی ہمارا حجاز تقریر کرتے ہیں کل وہ کرائیں گے پر ہوں ہم بھر کرائیں گے اور ہوں یہ سلسلہ طویل ہوتا جائے گا۔ ضروری نہیں کہ تمام شہریوں کو ان مسائل سے اتفاق ہو کچھ لوگ خصوصاً سائنسی نسل کے بچے مجھے تو عجمان جنگی دینی طمس سلاخ سمجھتا ہے یا غیر جانبدار ہیں وہ دونوں طرف کے علماء کو آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ پر جتنے سلیں گے تو ان کا ذکر بھی و محشر اور پراگندہ ہو گا اور ممکن ہے وہ چار دین ہی سے بیزار ہو جائیں اگر ایسا ہو گا تو کل قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چھ لایا یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا تو بتاؤ کیا جواب دیں گے مجھ میں تو ہمت نہیں ہے کہ اس سوال کا سامنا کر سکوں لیکن جذبات میں کون کسی کی مشابہت یہ سلسلہ بدحالات دونوں طرف کے حقانے میں فکروے ہی گئے اور اب حقائق کے متعلق سوچا جانے لگا کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ لگ گئی اور ہوں یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

قاضی مرحوم بھی آخری عمر میں یہ کہا کرتے تھے کہ مثبت اعزاز میں جمیل کرنا چاہیے یہ زیادہ موثر ہوتی ہے میں ابتدائی سے اس کا قائل رہا اور ہوں اور اس کے خوشگوار اثرات دیکھے بات کہنے کی نہیں میں پہلے دن سے مسلک حق (اکابر و جہند کے مسلک کو) شعوری طور پر القرب الی الکعباب و البسۃ سمجھتا ہوں اپنے آپ کو اس کیلئے وقف کر رکھا ہے اور اپنی امکانی سعی سے اسی کام میں لگا رہتا ہوں۔

جس طرح ہمارے ملک میں ہر جماعت میں دھڑے بندی ہے اور دینی جماعت میں مختلف لوگ ہیں برطانیہ میں بھی ایسا ہی ہے اور اس کے جراثیم نہیں سے گئے ہیں۔ برطانیہ میں جمیعت علماء اسلام کے ایک زمانے میں وہ گروپ تھے شاید آج ہمارے ملک کی طرح وہاں بھی تین ہوں۔ کئی برس پہلے برہنہ بننا کی اور شہر میں ایسے ہی ایک گروپ کا اجلاس ہوا تھا اس میں قاضی مرحوم بھی تھے اور انہی کے ساتھی اس تقریب میں شریک تھے مجھ سے اچانک میں یہ بات ہو گئی کہ جنگ لندن میں میرے ایک دوست ہیں تو قاضی مرحوم کے ایک بہت حد بچے مجھ سے قریب میں شریک تھے مجھ سے اچانک میں یہ بات ہو گئی کہ جنگ لندن میں میرے ایک دوست کبھی گا اور میں اسی شوق فضول میں وقت ضائع کرو گا تو انہوں نے کہا کہ گویا تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے نہ میں نے کہا ایسا نہیں ہے نہ میں آپ کے ساتھ ہوں اور نہ ان کے ساتھ انہوں نے کہا تو پھر آپ کی کیا پوزیشن ہے تو میں نے کہا کہ میں ہر اس شخص کا شخص برادر ہوں جو مسلک کی خدمت کر رہا ہے۔ شاید بات طویل بکڑ جاتی۔ قاضی مرحوم نے کہا کہ ارشد کے کام کرنے کا اپنا ایک انداز ہے اسے اسی طرح کام کرنے دو اس کو آپس کے اختلافی مسائل میں نا الجھاؤ۔

جیسا کہ شروع میں گذرا قائم نے قیام پاکستان سے قبل لاکھ پڑ کو حجازی میں ضلع کی حیثیت سے اور حضرت مفتی محمد رفیع رحمہ اللہ کے حوالے سے کہ ان کو خطیب شہر کہا جاتا تھا جانا۔ پاکستان آ کر پہلی دہائی کوئی بڑا شہر دیکھا تو آٹھ بازاروں اور گھنٹ گھری انظر اریست سامنے آئی پھر یہ پاکستان کا ماسٹر مشہور ہوا کہ یہاں بینکنگ کے کام کو فروغ ہوا اس کے بعد مفتی زین العابدین۔ مولانا تاج محمد والد صاحبزادہ مولانا طارق محمود مولانا مہاراجا تھیں حافظہ لدھیانوی کہ جن کے وقت کے محو سے برصغیر میں سب سے زیادہ شائع ہوئے مولانا مفتی سیاح الدین اشاعت اعظم درمی کاٹی (جواب درمی بخود ملی ہے) ہاں میرے ایک ہم نام بھی اسی شہر میں

رہتے ہیں کہ ہم نامی کی وجہ سے ان کی انگلیاں بھر سے نام اور میری برائیاں ٹاٹ جان کے نام لگتی ہوں۔ مولانا محمد انور علی، مولانا انیس الرحمن لدھیانوی کی وجہ سے بچھا پہلے یا ایک انگریز کے نام پر ان کی ہر ہر شے فعل شیعہ کے نام پر فعل آ پادھا لیکن جو شہرت ایک دینی دور رکھنے اور اپنے آپ کو کھلی زبان میں دینے کے لئے مولانا غنیابھٹائی کی وجہ سے اس کو پاکستان اور جوہان پاکستان ہولی کہ جنہوں نے پاکستان میں خطابت کی۔ سرخ اڈل لدھیانوی فعل کے چھ سوس نو جہان ان کے خوش بخت ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے ان کو جڑوں بزرگ، خطباء اور مشائخ اہل علم نے نواز چکا کہ ۵۰۰ سوسہ ۵۰۰ کو ان کے جام کو دیا جاتا ہے سب سے بڑی شہرت کے بڑے لوگ پاکستان کی زبان پر آخری لگے یہ تھا کہ پاکستان کو اور یہاں میری تو میری گواہی دے جا وہ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں وہ مسک حلقی ایک قسم کی اداست تھی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی تھی اور ہم نے اسے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ لے لیا۔

ہر دم توڑ پاپے خوشی را تو دہائی حساب کم و بیش را

اصداق اوداد میں صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ مبارک ہے کہ۔

مرقاۃ لا الہ الا اللہ فقد دخل الجنة جس نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ایک دور جس میں داخل ہو گیا۔

ہمیں اپنے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ان کی رحمت و احسان و کائنات سے چھری امید ہے کہ وہ اپنی تو حید کے واسطے (مستائے) انبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے پرانے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دیارے کی خدمات کو قبول فرماتے ہوئے ان الاموال الفیعیہ نعیم کے مزدور میں شمار فرماتے ہوئے اپنے اکابر و علمائے کرام کے ساتھ بیچ فرمائیں گے ان کا اہل و عیال کھس اور ہم معلوم و اخبارات حضرت مولانا مولانا قاسم نانوتوی کی نسبت سے اپنے آپ کو غنیابھٹائی سمجھتے تھے۔

کئی شعر میں یا بحر کے آخر میں آنے والے لفظ کو کہتے ہیں یا ایک منہ بنے قاضی و محاسبانہ شہار آبادی یا ان کہا کرتے تھے ایک آدمی کا نام احمد بن سے لگا لے رکھ دیا اور پریشان رہتا کہ ایک صاحب دوق نے اس کا کچھ لکھا

ہر دم نام لکھ لکھ کالے

میں یہاں قرآن مجید کی ایک آیت بطور بیچ اپنے سر پر ہر دوست کے لئے لکھتا ہوں۔

من اللہ علیہ السلام و علیہ السلام و علیہ السلام (کوئی نہیں کوئی نہیں)



اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔ لیکن جب ہے کہ ۱۹۸۴ء میں قائد تحریک ملت نبوت مولانا طویل خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے سیالکوٹ کی عظیم کانفرنس میں ان کی دستار بندی کرائی۔ جو گوپان کی عظیم خدمات کا اعتراف تھا اسی تحریک کے دوران گرفتاری عمل میں لائی گئی۔ گرفتاری کے بعد بہاولپور کی جیل میں قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ بندہ ان دنوں عالمی مجلس تحفظ ملت نبوت کی طرف سے بہاولپور میں تخلیق خدمات سر انجام دے رہا تھا۔ انہیں تربیت سے دیکھتے اور خدمت کی سعادت کا موقع ملا۔ یہ ان کی خطابت کے مروجہ کار کا دور تھا جہاں اور محاذ سنبھالے رکھے وہاں قادیانیت کے خلاف جہاد کر رہا ہوا کیا۔

### احباب کے رنج و غم میں شرکت

۔۔۔ مولانا یہ بتاتا ہے کہ شادی وغرضی میں تو ہر کوئی شریک ہو جاتا ہے۔ جب کوئی مشکل وقت آئے تو بہت سے احباب ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ حضرت مولانا میں یہ غریبی تھی کہ شادی میں بچک شرکت نہ کریں لیکن فی میں ضرور شرکت فرماتے۔ بندہ کا مولانا سے کوئی کبریا تعلق نہیں تھا لیکن جب بھی کسی عزیز کی وفات کی خبر پہنچتی تو فوراً تعزیت نامہ ارسال کیا۔ بندہ کا جوں سال چھ عزیز صحت مند ہیں چودہ سال کی عمر میں دسمبر ۱۹۹۶ء میں فوت ہوا۔ تو بذات خود تعزیت نامہ ارسال کیا۔ لیکن تعزیت نامہ آگے کر چھ سوائے قسمت کہ تعزیت نامہ بندہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ لیکن تعزیت پر پیغام چھوڑ کر گئے۔ بندہ کے چچا اور بھائی میاں عبدالرحمان مرحوم (والدہ مولانا محمد قاسم رحمانی) فوت ہوئے مادر اور لاکھ بھائی (حبیبہ دلاور فیصل آباد) میں خیر بھیجی۔ سب سے پہلا تعزیت نامہ مولانا کا موصول ہوا۔ اور ایک چچا اور بھائی صوفی محمد رمضان مرحوم (والدہ محمد اسحاق نعمت خاں) کا انتقال ہوا۔ مولانا کی خبر پر پہلا تعزیتی خط مولانا مرحوم کا موصول ہوا جس میں انہوں نے ڈھارے بندھوائی۔

### چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کرنا

حضرت مولانا میں ایک غریبی یہ بھی تھی کہ آپ چھوٹوں کو بڑا بناتے اور خوب حوصلہ افزائی فرماتے اور داد دیتے۔ ۱۹۹۷ء میں ایک بد بخت ہنسٹ گذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنی ۲۸ فروری کی جسد کی تقریر میں اپنے چیلے چاٹوں کو مصاب کرام قرار دیا اور اسی تقریر میں قرآن پاک کی بعض آیات کو (خود بابت) شرارتی قرار دیا اور اہانت رسول کا ارتکاب بھی کیا تو بندہ نے عالمی مجلس تحفظ ملت نبوت کی قیادت کے علم پر گذاب کے خلاف کیس کیا۔ کیس مختلف مراحل سے ہوتا ہوا جب سیشن کورٹ میں سماعت ہوا۔ سیشن بیج لا اور جتاپ میاں محمد جہانگیر نے گذاب کے خلاف چالاندار اور شاندار فیصلہ تحریر کیا گذاب کو سزائے موت ۲۵ سال قید باعزت اور دو لاکھ جرمانہ کی سزا سنائی۔ یہ فیصلہ جو بھی اظہار کی ذہانت کا مولانا مرحوم مبارک باد دینے کے لئے وہ تعزیت نامہ دے دیا اور تقریباً ۱۰ سال بعد ہی حوصلہ افزائی فرمائی۔ نیز اس فیصلہ کو بندہ کی مظلومت کا باعث قرار دیا۔ جب بھی لاہور تقریباً ۱۰ سال قبل فون کر کے بلا لیتے یا کم از کم خیر دعائیت ہی معلوم کر لیتے۔ جزا اللہ احسن الجزا

## فرقہ واریت سے اجتناب کی تلقین

مرحوم ایک عرصہ تک جادو خانہ انداز خطابت اختیار کر رہے بالخصوص بریلوی کتب خانہ کو آڑے ہاتھوں لیٹے رہے۔ لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ملکِ ملت کے سچے مخالفین نے آپ کے اپنا طرز عمل تبدیل کر لیا اور سپاہِ صحابہؓ کی سرپرستی فرماتے ہوئے طبیعت کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے۔ مالی مجلس ترقی ختم نہوت کے سیکرٹری مبلغ مولانا خدابخش کے ہاں شہناز آباد میں تبلیغی جلسہ میں ایک مرتبہ تشریف لائے بندہ بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوا اور صبح کے ناشتہ کی دعوت دی جو موصوف نے قبول کر لی اور دوسرے دن صبح میرے گاؤں تشریف لائے۔ بندہ نے درست تعلیم القرآن مصداق کے محسن میں جیسے کا انتہام کیا ہوا تھا۔ جب ملاقات میں اہل بدعات کے شروع اور درست کی مخالفت کا سنا تو کہنے لگے کہ میری ایک وصیت یا نصیحت یاد رکھیں کہ بریلویوں کو بکھڑکھڑا کر دینا چاہیے۔ انہوں نے جواب سے دیکھا تو فرمانے لگے کہ آپ اس لئے تعجب سے دیکھ رہے ہیں کہ میں نے ۲۵ سال جادو خانہ تقریریں کی ہیں لیکن ان کا فائدہ کم نقصان زیادہ ہے۔ آپ صرف اور صرف تعلیم پر توجہ رکھیں اور بڑے سے بڑے مخالف کے بچوں کو خندہ و چٹائی سے چڑھائیں انکا مانہ مقرر یہ میدان آپ کے ہاتھوں میں ہوگا کیونکہ بریلوی عوام بے تصور ہونے کے ساتھ ساتھ مثبت اصلاح کے مستحق ہیں۔

بیکہ عرصہ قبل شیخ زاید ہسپتال لاہور میں زیر علاج تھے۔ مولانا خدابخش صاحب کی معیت میں ملاقات و عیادت کے لئے حاضری ہوئی تو فرمانے لگے کہ حافظہ والا شہناز آباد میں جلسہ سے فراغت کے بعد شہناز آباد کے مولانا سراج احمد قریشی نے ناشتہ دعوت دی تھی میں نے قبول کیا حیات و ممات کے حقیقی گفتگو ہوئی تو میں نے کہا ۱۹۶۲ء میں جب حیات و ممات کا مسئلہ درودوں پر تھا۔ تو حکم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی دبیہ بندہ سے تشریف لائے اور انہوں نے فریقین کو اکٹھا کر کے ایک مصالحتی فارمولہ پر دستخط کئے۔ حضرت قاری صاحبؒ جیسا حکم اور ثابت اس وقت میرے ملک میں کوئی نہیں اور فریقین میں خیر و صلح مولانا فیض محمد جالندھری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا نظام اللہ خاں، سید حمایت اللہ شاہ بخاری جیسے علماء نہیں تو اسی فارمولہ کے مطابق مسئلہ حیات و ممات کو سچ پر نہیں لانا چاہیے۔ بلکہ یہ صرف علماء کرام کی حد تک اختلافی رہے تو غرقِ مانتکار سے قوم محفوظ رہے گی۔

مولانا اس انداز سے گفتگو فرما رہے تھے کہ اس کا اضطراب ان کے چہرے سے نکل آ رہا تھا۔ یہ بات ہوئی کہ ان صاحب نے صاحبین مہدوی و وحید من و ریاض الحقہ بھی سچ حدیث کا مضمون لگا دئے ہوئے گنبد خضر کا جو دستور لکھا ہے کہ یہ کیسی جنت ہے کہ جس میں شیور اور بدعتی تمام جاتے ہیں

## حضرت قاری صاحبؒ کا فیصلہ

مسئلہ حیات و ممات پر حضرت قاری صاحبؒ نے فریقین سے گفتگو کی اور دلائل سننے کے بعد فرمایا: ”مات المسلمین کو ختم و نزار و جدل سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات یعنی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں جو دو فریق کے ذمہ و عبادت و رتبہ ذیل پر دستخط فرمائیں یہ (معاذ اللہ) مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا۔ ضرورت پڑنے پر اسی کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے عبادت حسب ذیل ہے“

”وفات کے بعد بھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برذاخ (قبر شریف) میں پہنچا کر روح حیات حاصل ہے۔ اور اس حیات کی وجہ سے دفن اللہ کی پر حاضری ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام بخیر“

احقر: محمد طیب دارمدال راولپنڈی ۲۲۔ جون ۱۹۶۲ء (مولانا) سلام اللہ خان

لاٹھی (مولانا) قاضی نور محمد طیب جامع مسجد قلعہ دیارنگھ

(مولانا) محمد علی جالبہری عطاء اللہ خاں

اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ مولانا قاضی خضر الدین نے اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی جالبہری کو بھیج چکے تھے لہذا عبارت بالآخر ان کی سلسلہ ہے چونکہ سید عاتق اللہ شاہ بخاری مجدد ملت شریف نہ لائے اس لئے احقر کے عرض کرنے اور مسودہ پیش کرنے پر مولانا قاضی نور محمد اور مولانا سلام اللہ خان نے ان کے بارے میں حسب ذیل تحریر دیکھا کر کے بندہ کو عاتق فرمائی جس کا متن بالفاظ حسب ذیل ہے۔

ہم (قاضی نور محمد مولانا سلام اللہ خان) آپ کی کوشش کریں گے کہ سید عاتق اللہ شاہ صاحب سے اس تحریر پر دیکھا کر لیں۔ جس پر ہم نے دیکھا کہ اگر مسودہ اس پر دیکھا نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات اقصیٰ <sup>عجلتہ</sup> اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں مسئلہ حیات پر ان سے نہ تقریر کریں گے اور اس مسئلہ میں وہ کوئی مداخلت نہ فرما کر دیں گے۔

نور محمد طیب قلعہ دیارنگھ۔ لاٹھی سلام اللہ خان

۲۲۔ جون ۱۹۶۲ء منقول از ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء صفحہ ۲۵/۲۳

یہ مصاحف کار مولانا مولانا قاضی صاحب نے شہر آباد کے خواجگان کو پیش کر کے انہیں اس مذاہب اور رسوم تقاریز کرنے سے منع کیا تھا کہ وہ کہ وہ حضرات مولانا مرحوم کیساتھ تعلق کی وجہ سے ان کی حیات میں نہ کسی وفات کے بعد بھی اس پر عمل کر لیں۔

مولانا خدا بخش رادوی جس کو ایک مرتبہ مولانا شہر آباد شریف لے آئے۔ ملک کے ایک اور نامور خطیب بھی ایک مدرسہ میں مدعو تھے جناب نے مل کر جلسہ کئے کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مقابلہ میں بریلوی دوستوں نے جلسہ شروع کر دیا جس سے تصادم کی صورت ہو چلی تھی کہ دوسرے خطیب صاحب نے بغیر مشاورت کے جلسہ کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ مولانا نے اس کو شدت سے محسوس کیا اور شہر آباد کے اصحاب سے ناراض ہو گئے۔ دو تین سال کا عرصہ ایسا گزرا کہ شہر آباد کے کسی ساتھی کو پروگرام دینے کے لئے چار نہ تھے۔ اس دوران خواب میں انہیں خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شہر آبادی کی زیارت ہوئی انہوں نے شہر آباد سے بائیکاٹ پر افسوس کا اظہار فرمایا تو مولانا نے از خود فرمایا کہ میں شہر آباد میں آنا چاہتا ہوں چنانچہ پروگرام رکھا گیا تو آپ نے اسی خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب کے عظم پر حاضر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کا جی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔

## ہم اظہارِ حق ادریم

قرآن مجید میں ایک بار بھی اصل نیکواری حضرت عائشہ

عظیمہ سے مدافعتِ رسولی و پاسپاسی اسلام نہ بیان دی۔ نہ ظہیرِ انصاف سے

حضرت اقدس مولانا محمد تقی عثمانی رحمہ اللہ سے

منہجِ حقہ سب سے بڑا نہ ہوگا بلکہ زمانے میں

نے گا کہ میرا جہت کے فائدے میں

دیا ہے ہمارا ہر ایک نے ہی ہوتا ہے مگر کہہ لوگ اس اعلان سے دیا ہے جانتے ہیں کہ اپنے پیچھے نیکوں پر اور اس شخص پر کہ  
انہوں نے انھیں اظہارِ حق کے لئے اعلان کیا ہے کہ انہوں نے جانتے ہیں۔۔۔۔۔

ایسے ہی برصغیر ہندوستان میں سے ایک میرے مرنے والے میرے مدافعتِ رسولی و پاسپاسی اسلام کی بھی ہیں۔۔۔

انہوں نے تحریکِ اُمتِ اسلامیہ کی عظمت کی پاسپاسی تو عیدِ دولت کی دولت، شریکِ دولت کی بی بی کی، ہمارے ساتھ کی  
خاصیت جیسے قرآن مجید میں مذکور ہے۔۔۔۔۔

بقولِ ائمہ ہندوستانی

یہ نصفِ مہدی کا حق ہے اور چاروں کی بات نہیں

میرے شریعت سے مدافعتِ رسولی و پاسپاسی کے لئے ایک شخص کی صورت میں پاسپاسی اسلام کی ضرورت ہے۔ چنانچہ مولانا  
نصیر الدین اویسی ایک مکرر ایک موقع پر لکھا کہ میں کون تو زیادہ صاحبِ حق کا ایک عقیدہ ہو مگر میں ان حضرات میں سے ہوں۔ اور پھر انھیں  
ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ کوئی زیادہ دولت نہیں آئی بلکہ حضرت عائشہ صاحبہ کے بقول "قرآن اپنا راستہ خود چلتا ہے" حضرت  
عائشہ کی قرآنی راہوں سے شروع ہوا۔ اور ان کی دولت پر مشتمل ہمارے انہوں کو بہت جلد آج کر دیا۔ اور پھر شریعت کی مجلسوں کے  
اکثر سامعین حضرت عائشہ کی مجلسوں کی رہنمائی کرتے تھے۔ اور یہ جملہ حضرت عائشہ کی حق پرستی کے اہتمام پر ہر کسی کی زبان پر ہوتا تھا کہ  
"شاہد توں ہواں کہ میں قرآن سے نہ آئی اسے اپنی برکت دینی تھی اور اس طرح ہندو کا شیخ العرب عالم حضرت اقدس  
میر تقی عثمانی کے ساتھ حق پرست پرست کرنے سے پہلے ہو گئی۔۔۔۔۔

اس کے بعد حضرت شیخ کی محبت نے ہمارا دکھایا کہ نہ بڑے بڑے ائمہ اور جہت میں نہ لگے۔۔۔۔۔ مجلسوں میں لوگوں کی  
تعداد پہلے سے زیادہ ہونے لگی۔ اور ہمارا دعویٰ بھی اچھی آنے لگی حضرت عائشہ کے بیٹے لوگوں کے دلوں پر عروج دینی کرنے لگے۔۔۔۔۔ یہ  
کیا تھا۔۔۔۔۔ محبتِ حضرت عائشہ کی کاہل تھا۔۔۔۔۔

تو میری دولت کا اس اعلان سے چوکوں، چاروں میں لگی کو چوں، یہ باتوں میں ہوں اور جو دین ممالک میں یہاں ہوں۔ اور جہتوں کو  
سب برداشت تھا انہوں نے مولانا نصیر الدین اویسی کی کارناموں کے کیلئے تمام ہوش و حواس سے استعمال کے لیکن





حضور ﷺ اور صحابہ سے محبت اس قدر تھی کہ جب حضور ﷺ کی تبلیغ اور مصائب کا ذکر آتا تو انھیں آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگتیں۔ صحابہ کا ذکر آتا تو رفت آمیز مناظر دیکھنے میں آتے۔۔۔۔۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب آدمی کو لڑنا ملتا ہے تو جہاں محبت کرنے والوں کی ایک جماعت ملتی ہے وہاں حاسدین اور منافقین کا ایک ٹولہ بھی مقابل آجاتا ہے۔۔۔ مولانا قاسمی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا۔۔۔۔۔

مولانا ضیاء اللہ کی بیٹھی کھڑی یہ شعر بنا کر اپنے کرب کا اظہار فرماتے تھے کہ

زندگی ہر رنگ برساتے رہے مل مل

یہ الگ بات ہے وہاں کے افراد کے ساتھ

اور یہاں ایسے ہی کہ جب ضیاء اللہ کی مانی بھول جمن میں اپنی خوشبوئیں نکھیر چکا اور مانی اہل کی طرف سے بیضام اہل آسمیا تو میریم کونسل سپر صوابہ پاکستان کا یہ جتڑ میں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے جن وفد منتخب ہوئے وہاں ممبر صحابہ اور حضور ﷺ کے سچے عاشق نے فکر تو حید کا ورد زبان پر رکھا کہ آپ ذم ذم کے پانی سے دنیاوی پیاس بجھا کر دارالافتاء کا سفر اختیار کیا (وہی پانی جس کے تصفید سے اس انداز گایا کرتے تھے نہ رنگ بدلے نہ ذائقہ بدلے نہ خوشبو بدلے) تو پھر یہ دوست دشمن کی زبان پر بھی تھا کہ مولانا بہت اچھے آدمی تھے مولانا نے ساری زندگی تو حید کی خدمت کی۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔

مولانا قاسمی کے جنازے میں جم غفیر کچھ کرکڑیاں اختیار نہ سے نکل گیا۔۔۔

ہر گئے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

مولانا ضیاء اللہ کی نے اپنی درانت میں جو سب سے بڑا اثران پھوڑا وہ ان کے جانے ہوئے سوچدین کی ایک کثیر تعداد تو حید کا گھٹن جامہ کا سب اور وہ مسجد گول شکستہ چناروں سے تو حید کا سنی و بریلایا جاتا تھا۔۔۔۔۔ مولانا صاحبزادہ زہد محمود قاسمی حضرت کے چاہنے ہیں انہی حضرت ہی کے مشن کو زندہ کرنے کی قوتیں عطا فرمائے آمین۔۔۔۔۔

جب بھی ناموس صحابہ علیہ السلام معرض ہر جود میں آئے گا تو مولانا ضیاء اللہ کی کی یہ صدا دل پر ضرور تک دے گی کہ

ہمارا غم بھی شامل ہے تڑپیں گھٹاں میں

ہمیں بھی یاد کر لینا جمن میں جب یہاں آئے

میری آخری ملاقات حضرت کے ساتھ مید کے دن ہوئی۔۔۔ جب سارے دوست اٹھ کر چلے گئے میں پھر بھی بیٹھا رہا۔۔۔ تقریباً آدھ گھنٹہ محبت سے فیض یاب ہونے کے بعد مجھے فرمایا اب جا کر تم مید جنازہ میں آرام کرتا ہوں۔۔۔ میں نے عرض کیا حضرت آگے ہی وہی تو میری مید ہے فرمایا اب آرام کرنے کو بھی چاہتا ہے۔۔۔ مجھے کتنا مظلوم نہ تھا کہ اب تاریخ کے پیرے کو ضیاء بخشے اور ضیاء اللہ کی جس پر عظمت نازل کرتی ہے وہ ضیاء اللہ کی آرام کرنے سے کیا مراد لے رہے ہیں وہ تو شاید آرام کرنے کے لئے کہ یہ اشارہ دے رہے تھے کہ کل کی وقت نام سے پہلے میں حیرا شہر چھوڑ جاؤں گا۔

حضرت قاسمی کی جدائی کا فہم دلوں میں برسوں ناز رہا۔

تیرے بعد اس فصل میں اندھیرا رہے گا۔

بزاروں چراغ جاگیں گے روشنی کیلئے۔